شیراز ہند جون پور کی علمی سیاسی تاریخ اور مدرسہ حنفیہ عہد بہ عہد

# تاریخ جون پور اور مدرسہ حنفیہ

## پس منظر اور پیش منظر


تالیف

**مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی**

شیخ الحدیث دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور ضلع سلطان پور


واسطی فاؤنڈیشن شعبہ تصنیف و اشاعت

دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور ضلع سلطان پور

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شیراز ہند جون پور کی علمی وسیاسی تاریخ اور مدرسۂ حنفیہ عہد بہ عہد

# تاریخ جون پور اور مدرسہ حنفیہ

## (پس منظر اور پیش منظر)

تالیف

مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی

شیخ الحدیث دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، ضلع سلطان پور

ناشر

واسطی فاؤنڈیشن (شعبۂ تصنیف واشاعت)

دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور ضلع سلطان پور، یوپی

[سلسلۂ اشاعت، واسطی فاؤنڈیشن۔۲]

©جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ


۞..... نام کتاب : تاریخ جون پورا اور مدرسہ حنفیہ (پس منظر اور پیش منظر)

۞..... مولف :مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی،
شیخ الحدیث دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور ضلع سلطان پور
(سابق صدر المدرسین دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی، یوپی)

۞..... تقدیم :حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

۞..... کمپوزنگ :مولانا غلام سید علی علیمی، استاذ دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور

۞..... تعداد :گیارہ سو (۱۱۰۰)

۞..... سن اشاعت :۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء

۞..... ناشر :واسطی فاؤنڈیشن (شعبہ تصنیف واشاعت)
دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور ضلع سلطان پور

۞..... صفحات :۷۲

۞..... قیمت :

۞ ملنے کے پتے ۞

① دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، ضلع سلطان پور، یوپی

② کمال بک ڈپو، نزد جامعہ شمس العلوم گھوسی، ضلع مئو

③ المکتبۃ الازہریہ، رانی لکشمی کمپلیکس، روڈویز، شہر بستی

# انتساب

عارف ربانی، قطب عالم، **شیخ قطب الدین قطب بینا ے دل قلندر** علیہ الرحمۃ والرضوان

کے نام

جن کے فیضان کا ابر کرم آج بھی برس رہا ہے اور عوام وخواص کے قلوب کو فیوض و برکات سے

سیراب کر رہا ہے۔۔۔

اور

ماضی قریب کے عالم ربانی

شمس العلما، حضرت علامہ قاضی احمد شمس الدین جعفری علیہ الرحمۃ والرضوان

اور

جون پور کے جملہ اہل دل عرفا اور صاحب فضل وکمال علما ومشائخ

کے نام

جو اس مبارک شہر میں آسودہ خواب ہیں۔

نیازمند

فروغ احمد اعظمی

# فہرست

# تقدیم

حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی، استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

اس تغیّر پذیر دنیا میں رونما ہونے والے واقعات و حادثات یوں ہی اتفاقیہ اور غیر مربوط نہیں ہوتے، بلکہ وہ حقیقت میں اپنے اسباب وعوامل اور وجوہ ومحرّکات سے گہرا رشتہ رکھتے ہیں، غور کرنے پر ہر حادثہ کسی سابقہ حادثے کا اثر اور ہر واقعہ کسی آئندہ واقعے کا پیش خیمہ معلوم ہوتا ہے، مشہور ماہر عمرانیات اور اسلامی مؤرّخ علامہ ابن خلدون مالکی اندلسی [متوفی: ۸۰۸ھ] اپنے مقدمۂ تاریخ میں لکھتے ہیں:

''تاریخ، دنیا کے تمام علوم وفنون کا سرچشمہ اور گزرے ہوئے زمانے کا ایسا آئینہ ہے جس میں گزشتہ بزرگوں کے حالات، انبیاے کرام کی سیرتیں، حکمرانوں اور بادشاہوں کا طرز جہاں بانی و جہاں گیری، اقوامِ عالم کا تمدّن اور طرز زندگی اور معلومات عامہ کو دیکھا جاسکتا ہے۔'' [۱]

تاریخ نویسی کا فن قوموں کی عمومی زندگی میں بڑی اہمیت کا حامل ہے، یہ ان کے احوال وکوائف، خدمات اور کارناموں کو حیاتِ جاودانی سے ہم کنار کرنے کے مترادف ہے، حقیقی مؤرّخ وہی ہے جو ہر طرح کے تعصّب، جانب داری، حقائق پوشی اور حرص وطمع سے اوپر اٹھ کر واقعات کی سچّی عکّاسی کرے، کسی حاکم اور صاحبِ اقتدار کے دباؤ میں آکر اور اس کا آلۂ کار بن کر ظلم کو انصاف، جفا کو وفا اور ظالم وجابر کو منصف وعادل نہ لکھ ڈالے۔

یوں ہی انسانی سوسائٹی کو سنوارنے یا بگاڑنے میں تاریخ نگاری کا بڑا کلیدی کردار ہوتا ہے۔ جب مؤرّخ کا قلم بہکتا ہے تو وہ علاقائی، ملکی، قومی یا سماجی تعصّب اور فرقہ وارانہ منافرت کی فضا ہموار کرتا ہے، لوگوں کو آپس میں دست وگریباں کرتا اور انسانی سماج کو مختلف خانوں میں بانٹ کر ان کے درمیان یک جہتی، رواداری، وسیع النظری اور روشن خیالی کا یک سر

[۱] مقدّمہ ابن خلدون، ص: ۸۱، مطبوعہ دار یعرب، دمشق، الطبعة الأولى، ۲۰۰۴ء

خاتمہ کر دیتا ہے، جس سے انسانی سوسائٹی میں سرگرم عمل سماجی اور اصلاحی تحریکوں کو اپنے کاز تک پہنچنے میں بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مگر اس کے برعکس جب اس کا قلم صحیح سمت میں چلتا ہے اور سیاسی، سماجی، لسانی، تہذیبی اور مذہبی و مسلکی حقائق کی منصفانہ عکّاسی کرتا ہے تو کبھی کبھی اس کے چند مختصر جملے بڑے سے بڑے فتنے کو فرو کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، معاشرہ تنگ نظری کی بجائے وسعت ظرفی کا مرقّع بن جاتا ہے، جنگ وجدال کی جگہ امن وآشتی کا دور دورہ نظر آتا ہے، اور اس میں ظلم وزیادتی کا فور اور عدل وانصاف کا ظہور ہوتا ہے۔

اس بیان کی روشنی میں فن تاریخ نویسی کی اہمیت اور افادیت کو بڑی حد تک سمجھا جا سکتا ہے۔

زیر نظر کتاب ''تاریخ جون پور اور مدرسہ حنفیہ (پس منظر اور پیش منظر)'' فن تاریخ نویسی کے سلسلۃ الذہب کی ایک سنہری کڑی ہے جس میں جون پور کی عظمت رفتہ، تاسیس، وجہِ تسمیہ، بانی اور اس کے مختلف سیاسی اور عملی ادوار کو بڑے سلیقے سے بیان کیا گیا ہے، یوں ہی جون پور کا شان دار ماضی، اسلامی ہند میں مدارس کی کثرت، دیارِ پورب کے مردم خیز قصبات، جون پور کے قدیم مدارس، جون پور کا پہلا مدرسہ، جون پور کے کچھ اور مدرسے، مدرسۂ ملک العلما اور ملک العلما کا تعارف، مدرسہ حنفیہ جون پور اور اس کے بانی نواب شیخ امام بخش، کچھ نام ور اساتذہ و فارغین، مدرسۂ حنفیہ کے مختلف تاریخی نشیب وفراز، حضرت شمس العلما علامہ شمس الدین احمد جعفری علیہ الرحمہ اور ان کے صاحب زادۂ گرامی مولانا احمد ہشام جعفری مدظلّہ العالی کی خدمات، دبستانِ فرنگی محل سے دبستانِ خیرآباد تک، دبستانِ خیرآباد سے دبستانِ جون پور تک، دبستانِ جون پور سے دبستانِ امجدی تک، جیسے مختلف ذیلی عنوانات پر بہت اچھوتے انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے، آخر میں دبستانِ امجدی کے اہم علمی مرکز ''الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور'' کا تعارف بھی بہت اچھے انداز میں کرایا گیا ہے۔

اس کتاب میں مصنّف علّام نے تاریخ جون پور کی شاہ راہ پر چلتے ہوئے سیاست کا رشتہ علم سے اور مادّیت کا تعلّق روحانیت سے استوار کرنے کی کوشش فرمائی ہے، جس سے روح کو تازگی ملتی ہے، آئینۂ عقل کو جلا نصیب ہوتی ہے، دل کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں، اس شاہ راہِ تاریخ پر جابجا فیض کے چشمے ابلتے نظر آتے ہیں، مختلف علوم وفنون کی نام ور عبقری ہستیوں کی زیارت کا موقع ملتا ہے، اور لطف یہ ہے کہ ادنیٰ انسان بھی عظیم الشان انسانوں کی صحبت میں بے جھجک شریک ہوسکتا ہے اور اپنے ظرف کے مطابق فیض اٹھا سکتا ہے۔

کتاب کی زبان شستہ، شائستہ اور سلیس ہے، اسلوب کی سادگی و دل کشی، لہجے کی روانی اور اردو روزمرّوں کی فراوانی نے اس کے حسن کو اور دوبالا کر دیا ہے۔

اس کے مصنّف ادیب شہیر، عالم ربانی حضرت مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی مدظلّہ العالی شیخ الحدیث دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، ضلع سلطان پور ہیں، جو تدریس، تصنیف، تعلیم اور تربیت کے میدانوں میں اپنی ایک شناخت رکھتے ہیں، اردو اور عربی دونوں زبانوں میں اظہارِ مافی الضمیر کی بھرپور صلاحیت اور اس کا صحیح استعمال ان کا قابلِ تعریف وصف ہے، صورت عالمانہ، سیرت صوفیانہ، گفتگو سادہ اور بے تکلّف، فکر مثبت اور تعمیری، طبیعت مرنجاں مرنج، معاملات صاف و شفاف، زندگی فرائض و واجبات وسنن کے ساتھ اوراد و وظائف اور معمولات کی پابند، فرض منصبی کی ادائیگی میں چاق و چوبند اور فضولیات سے کنارہ کش۔ یہ ہے ان کا پیکرِ دل کش۔ انھی خوبیوں کی بنا پر علما، طلبہ اور اہل تعلّق میں یکساں طور پر مقبول ہیں۔

ربِّ کریم اپنے محبوبانِ بارگاہ کے صدقے انھیں صحت و عافیت کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے، ان کی خدمات قبول فرمائے اور اس کتاب کو مقبولِ انام بنائے۔ آمین۔

نفیس احمد مصباحی
خادم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
اعظم گڑھ

مورّخہ
۱۱ر جمادی الآخرہ، ۱۴۴۲ھ
۲۵ر جنوری، ۲۰۲۱ء

# تقریب

ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی، پرنسپل دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، سطان پور

تاریخ ایک آئینہ ہے، جس میں ماضی کے سماجی، سیاسی، ادبی اور معاشرتی جلوے صاف صاف نظر آتے ہیں، اس میں سیرت واخلاق، تہذیب وتمدن اور کردار وعمل کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں، جس سے مثبت اور منفی دونوں نتیجے برآمد ہوتے ہیں، بعض دعوتِ عمل دیتے ہیں تو بعض دعوتِ تردید۔

شیراز ہند ''جون پور'' تاریخی افق پر ہمیشہ نمایاں رہا ہے، اس کا ماضی انتہائی روشن، زرخیز مردم خیز اور شخصیت ساز رہا ہے، جون پور اپنی تاسیس سے عہد عالم گیری تک علم وفن، شعر وسخن، عرفان وتصوّف، تصنیف و تالیف اور سیاست و معاشرت کی شاہ راہ پر گام زن رہا، انگریزی سامراج میں اس کی عظمتوں کے منارے رفتہ رفتہ منہدم ہو گئے، تاریخ جون پور کا سب سے تابناک دور سلطان ابراہیم شاہ شرقی کا زمانۂ اقتدار رہے، اسی عہد میں جون پور کو آفاقی شہرت حاصل ہوئی، سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی علما نوازی اور علم پروری کے سائبان میں دہلی، ملتان اور سندھ وغیرہ سے ارباب علم وفن اور اصحاب عشق وعرفان کا جم غفیر کشاں کشاں پہنچ گیا، جس سے شیراز ہند کی علمی حیثیت اور ادبی وقار کو چار چاند لگ گیا، جون پور کی تاریخ کئی نوعیت اور جہت رکھتی ہے مگر نہ جانے مورخین نے کیوں اس کی طرف التفات نہیں کیا، میری ناقص معلومات میں تاریخ جون پور کے حوالے سے اردو میں چند ہی کتابیں معرض وجود میں آئیں، جن میں تین مشہور ہیں۔

۱۔ تاریخ جون پور (اردو ترجمہ) از شیخ نظر الدین سن طباعت ۱۹۲۲ء

۲۔ تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیاے جون پور۔ از سید اقبال احمد جون پوری، سن طباعت نامعلوم

۳۔ دیار پورب میں علم اور علما از قاضی اطہر مبارک پوری، سن طباعت ۱۹۷۹ء

یہ تینوں کتابیں قارئین کے دسترس سے باہر ہیں، اس لیے کہ نایاب ہیں، خدا بھلا کرے استاذ العلما، محقق عصر، ادیب شہیر حضرت علامہ الحاج فروغ احمد اعظمی مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ (شیخ الحدیث دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، سلطان پور) کا، جنھوں نے اس سمت توجہ فرمائی

اور ''تاریخ جون پوراور مدرسہ حنفیہ'' کے نام سے اس جامع کتاب کوتحریر کر کے جون پور کی یادوں کے دیرینہ نقوش کوسطح ذہن پر تازہ کردیا۔

کتاب کا آغاز ''جون پور کی عظمت رفتہ'' سے ہوتا ہے، پھر ''شہر جون پور کی بنا، وجہ تسمیہ، جون پور پر تغلقی حکومت، خودمختار شرقی حکومت، لودھی عہد حکومت، مغل عہد حکومت، خودمختار شیعہ حکومت، برٹش حکومت کا عہد بہ عہد جائزہ لیتے ہوئے جون پور کے شاندار ماضی پر روشنی ڈالی گئی ہے، پھر اسلامی ہند میں مدارس کی کثرت کا تذکرہ کرتے ہوئے، دیار پورب کے مردم خیز قصبات کی نشان دہی فرمائی گئی ہے، جون پور کے پہلے مدرسہ کا پتہ بتا کر کے کچھ مزید مدارس کا مختصراً تعارف کرایا ہے، اوران کے بانیوں کی شخصیتوں کو اجاگر کیا گیا ہے، پھر مدرسہ حنفیہ جون پور کے تاریخی نشیب وفراز کے متعدد مراحل پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، جس میں مدرسہ حنفیہ کے نمایاں اساتذہ کا تذکرہ بھی (از ابتدا تا ہنوز) آ گیا ہے، پھر جون پور میں تعلیمی ترقی اور قیام مدارس کے اہم زمانے اور شخصیات کا اجمالی ذکر کر کے (۱) دبستان فرنگی محل سے دبستان خیر آباد تک (۲) دبستان خیر آباد سے دبستان جون پور تک (۳) دبستان جون پور سے دبستان امجدی تک جیسے اچھوتے عنوانات کے تحت تسلسل کے ساتھ معلومات کا انبار لگا دیا گیا ہے۔

علامہ اعظمی صاحب کا اسلوب نگارش اپنی شناخت رکھتا ہے، انھوں نے سادہ، سلیس، شگفتہ اور عام فہم انداز میں معلومات کا ذخیرہ سپرد قارئین کر دیا ہے، یہ کتاب انتہائی جامع اور معلومات آفریں ہے، سیکڑوں صفحات کے مضامین کو ۷۵ صفحے میں سمیٹ کر کے ''سمندر کو کوزے میں سمودینے'' کا مصداق بنا دیا ہے۔

نصف صدی کے بعد جون پور کی تاریخ نئے رنگ وآہنگ کے ساتھ آپ کے مطالعہ کی میز پر ہے، پڑھیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مصنف علام کی عمر خیر کو برکتوں سے مالامال فرمائے (آمین)

شکیل احمد اعظمی قادری

دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، سلطان پور

شہر جون پور کے ایک صاحب دل کی بارگاہ میں

# منقبت قطب بینائے دل

یاد نے فریاد نے سہلائے دل
کاش جلوہ بھی کبھی بہلائے دل

اب بھی کچھ بگڑا نہیں بن جائے دل
تو بہت بہکا بہت بہکائے دل

مت بہک مت جا کہیں آجا یہیں
سامنے ہے روضۂ بینائے دل

دیکھیے دل سے، دلِ بیمار کو
اک نظر میں ہی شفا پاجائے دل

سر پھرا سر کو جھکائے ہے حضور
نذر ہیں سرکار میں اجزائے دل

دیکھیے اور اتنا اچھّا کیجیے
اپنا دل بھی آج سے کہلائے دل

جس کی خوشبو سے مہک اٹّھے جہاں
گلستاں ایسا بنے صحرائے دل

ہوش ایسا دے جو سنجیدہ کرے
جوش ایسا دے، کہ جو گرمائے دل

آپ ہی پر دل کو آنا چاہیے
چاہ لیں گر آپ، پھر آجائے دل

حُبّ کامل کو اطاعت چاہیے
ورنہ پھر ناقص سمجھ دعوائے دل

مصحفِ رخ کی تلاوت اور یاد
روح کو تڑپائے اور لرزائے دل

چھوڑ ماضی چھوڑ مستقبل کی فکر
حال اچھا کر، نہ پھر گھبرا اے دل

التجا میں سوز لازم ہے فروغؔ
ہاں مگر لازم اسے سودائے دل

# جون پور کی عظمت رفتہ

دیارِ پورب کا صدر مقام شہر جون پور اپنے قیام و بِنا ۷۷۲ھ/۷۰-۱۳۷۱ء سے لے کر مغلیہ حکومت کے زوال کے بعد اور شیعہ نوابوں کے عہدِ حکومت سے پہلے تک سیاست کے ساتھ ساتھ تعلیم و تعلّم اور روحانیت کا خاص مرکز اور علما و مشائخ اور صاحبان فضل و کمال کا مشہور اور اہم ترین مسکن رہا ہے۔

کئی صدیوں پر محیط جون پور کی شاندار قابلِ رشک و فخر اور زریں دینی و علمی اور روحانی تاریخ نے پوری دنیا میں اسلامیان ہند کا سر فخر سے بلند کر دیا، اور انھیں دور کی نا قابل فراموش دینی و علمی خدمات نے شہر جون پور کو ''شیراز ہند'' بنا دیا۔

عہد تغلق سے مغل عہد تک بالخصوص حکومت شرقیہ کے عہد میں شہر جون پور کے ہر ہر محلے میں مدرسوں، خانقاہوں کا زبر دست نیٹ ورک موجود تھا، جہاں دہلی کے علاوہ بیرونِ ہند، جزیرۃ العرب، ایران و توران اور ماوراء النہر سے آ کر سیکڑوں عبقری علما و مشائخ دینی و روحانی تعلیم و تربیت اور اسلام کی حفاظت و اشاعت میں لگے ہوئے تھے، اور یہاں کے مسلم حکمرانوں کی سرپرستی و حوصلہ افزائی، کفالت و معاونت، علم دوستی و معارف پروری اور علما نوازی کے سبب یہ علما و فضلا اور مشائخ و صوفیہ فکرِ معاش سے آزاد ہو کر مکمل یک سوئی اور تن دہی کے ساتھ اپنا دینی و علمی فریضہ انجام دے رہے تھے۔

دوسو سال قدیم فارسی تاریخ ''جون پور نامہ'' [از مولوی خیر الدین محمد] کے مترجم و مدون منشی شیخ نظر الدین احمد جون پوری [م ۱۹۳۹ء] والد ماجد شمس العلما علامہ قاضی احمد شمس الدین جعفری جون پوری [م یکم محرم ۱۴۱۲ھ/ ۳۰/ اکتوبر ۱۹۸۱ء] زبدۃ التواریخ کے

حوالے سے لکھتے ہیں:

''شہر جون پور عجیب شہر بلادِ ہندوستان سے ہے، ہمیشہ سلاطین شرقیہ، جون پور کی آبادی ورونق میں مصروف رہے اور ہر اطراف وبلاد کے علما وفضلا کو بصرفِ کثیر وبکمال خواہش، جون پور میں بھیجتے رہے، اور ہر فرقہ کے اہل کمال کو ممالک محروسہ سے چن چن کر دائمی سکونت پذیر ہونے کے لیے مامور کرتے تھے۔''[۱]

## جون پور کا رقبہ

''عہد سلطان حسین شرقی [۸۶۳ھ ۔۸۸۱ھ] میں وسعت جون پور کی، طول وعرض میں بارہ کوس سے زیادہ تھی، اور چھیانوے محلے ہر قوم کے آدمیوں سے آباد تھے۔

صاحبانِ علوم اور اصحابِ فنون جوق جوق ممالکِ دور ودراز سے آئے اور مشائخ وفقرا بکثرت اِس خطّے میں آباد ہوئے اور درماندگان وحاجت مندان ہر ملک و دیار کے، جون پور میں آکر اپنی مراد کو پہنچے۔

جون پور کے کاملان فضل وکمال کا شہرہ باعثِ رشک وحسد سلاطین ایران وتوران ہوا اور عالمانِ علم وعمل کا شہرہ، موجبِ حیرت وتعجب خاقانِ شام وروم ہوا اور بادشاہان ہفت اقلیم کے ایلچی، تحائف وہدایا لے کر سلاطین شرقیہ وبابریہ کے حضور میں آتے تھے اور حسب الحکم سلاطین اس شہر کے علما وفضلا کی تصانیف بطور تحفہ لے جاتے۔''[۲]

مولانا عبد المجید کاتب رشیدی مصطفےٰ آبادی متولد ۱۲۸۷ھ ۱۸۷۰ء لکھتے ہیں:

''اس [جون پور] میں بادشاہ [سلطان فیروز شاہ تغلق] نے ہر فن کے اہل کمال کو نزدیک ودور سے بلاکر آباد کرایا تھا، اسی وجہ سے ایک زمانے میں یہ شہر سلاطین شرقیہ (کی

---

[۱] تاریخ جون پور، مقدمہ، ص: ۵/۴

[۲] ایضاً

خودمختار حکومت ) کا دار السلطنت بن گیا، جن کی وجہ سے اس شہر کو ترقی دن دونی رات چوگنی ہوتی گئی، علمائے عظام اور صوفیہ کرام اس کثرت سے یہاں پیدا ہوئے، جن کے ذکر سے تواریخ کی کتابیں مملو ہیں اور ان کے آثار [ مقبرے ] اب تک موجود ہیں۔

اسی خاک پاک سے قاضی شہاب الدین ملک العلما [ مصنف ارشاد ]، استاذ العلما قطب وقت شیخ محمد افضل جون پوری، ملا محمود جون پور [ مصنف شمس بازغہ ]، مولانا الٰہ داد [ شارح ہدایہ ]، مولانا محمد رشید مصطفی [ مصنف مناظرہ رشیدیہ ]، مولانا محمد جمیل جون پوری [ یکے از مفتیان فتاویٰ عالم گیری ] کے سے مشہور علما پیدا ہوئے، اسی سرزمین پر حضرت خواجہ محمد عیسیٰ تاج، حضرت پیر نصیر الدین عرف سون برسا شاہ، حضرت شیخ عبد القدوس قلندر، حضرت بارہ ہزاری شاہ اور حضرت حمزہ چشتی کے ایسے مشائخ کبار، آفتاب کی طرح چمکے اور اپنے نور باطن سے لوگوں کے تاریک دل کو روشن فرما کر چودھویں رات کا چاند بنا دیا تھا۔'' [۱]

## شہر جون پور کی بنا، وجہ تسمیہ اور بانی

ہندوستان کے تغلق سلاطین میں پہلے سلطان غیاث الدین تغلق کا بیٹا سلطان فخر الدین محمد شاہ [ ۷۲۵ھ تا ۷۵۲ھ ] جس کا اصلی نام ''جونا'' تھا، ۷۵۲ھ میں ۲۷ رسال حکومت کرنے کے بعد جب مرا تو اس کا چچا زاد بھائی سلطان فیروز شاہ تغلق حسب وصیت تخت نشین ہوا۔

[۱] تذکرہ مشائخ رشیدیہ معروف بہ سماتُ الاخیار، ص: ۳۲۔۳۳

# جون پور پر تغلقی حکومت [۷۷۲ھ تا ۷۹۶ھ]

سلطان فیروز شاہ تغلق بنگال سے دہلی جاتے ہوئے آخر ماہ جُمادی الآخرہ ۷۷۲ھ/ ۱۳۷۰ء میں لبِ دریاے گومتی، مقام قصبہ ظفرآباد [ یہ قصبہ جانب شرق جون پور سے تین میل کے فاصلے پر ہے ] میں خیمہ زن ہوا، بادشاہ کو جانب مغرب لبِ دریائے گومتی، زمین ہم وار و سبزہ زار نظر آئی اور پسند خاطر ہوئی، بادشاہ نے چاہا کہ اس جگہ ایک شہر آباد کرے۔

اسی رات کو خواب میں دیکھا کہ سلطان فخر الدین محمد جس کا اصل نام جُونا تھا، کہہ رہا ہے کہ "اس جگہ پر ایک شہر آباد کر کے میرے نام سے موسوم کر" صبح کو بادشاہ بطور سیر سوار ہو کر موضع کرارہ میں جو دریائے گومتی پر واقع ہے، گیا، ۔۔حکم دیا کہ قلعہ تیار ہو اور گرداگرد میں شہر جون پور آباد ہو، سخن ورانِ شاہی رکاب سلطانی نے تاریخ بِنا جون پور کی لفظ "شہر جون پور" سے نکالی ۔۔۔ حاصل کلام شہر اور قلعہ کی نہایت احتشام سے بنیاد ڈالی گئی، القصہ بادشاہ فیروز شاہ تغلق نے دار الخلافہ [ دہلی ] میں پہنچ کر ارباب دانش و فطانت و صاحبان علم و معرفت کو ممالک محروسہ سے چن چن کر جون پور آباد ہونے کے لیے بھیجا اور ضبط و نسقِ شہر کے لیے امراے صاحب حشمت و دیانت کو مامور کیا۔ اور علما و مشائخ جون پور کے لیے وظائف، انعامات دار الخلافۃ سے بھیجا کرتا تھا۔

غرض کہ جون پور اسی وقت میں ایسا آباد ہوا کہ شہرہ اِس کا ہفت اقلیم میں پہنچا، سلطان فیروز شاہ تغلق ۷۹۰ھ میں غریق رحمت ہوا اور تخت دہلی اس کے بیٹے فتح خاں کو نصیب ہوا، فتح خاں ۱۸/ ماہ رمضان ۷۹۰ کو اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہو کر مخاطب بخطاب سلطان غیاث الدین تغلق شاہ ہوا۔[۱]

---

[۱] تاریخ جون پور، ص:٦ تا ۸

سلطان فیروز شاہ تغلق نے اپنے عہد حکومت میں ۷۷۲ھ میں شہر جون پور کو دیارِ پورب کا دارالسلطنت بنا کر اپنے ولی عہد فتح خاں کو جون پور کا حاکم مقرر کیا تھا، اور مولانا علاء الدین دہلوی کو مدرس و معلم بنا کر بھیجا، فیروز شاہ نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر انعام واکرام سے خوب نوازا اور شاہانہ انداز پر لوازمِ سفر مہیا کیے، اپنا خاص گھوڑا سواری کے لیے پیش کیا اور خود رکاب پکڑ کر مولانا کو اس میں بٹھایا اور وہ چار سو شاگردوں کے ساتھ دہلی سے جون پور کے لیے روانہ ہوئے، فتح خاں حاکم جون پور ارکان دولت کے ساتھ شہر سے بارہ کوس باہر استقبال کے لیے آیا اور کمال عقیدت کے ساتھ ایوان تک مولانا کی رکاب میں پیدل آیا اور باپ کے حکم سے مولانا کو دوبارہ طلائی سکّوں سے وزن کر کے یہ رقم ان کی نذر کی۔

مولانا علاء الدین نے جون پور آنے کے بعد علوم وفنون کی تعلیم و اشاعت میں ایسی کوشش فرمائی کہ تھوڑے ہی عرصے میں یہاں چالیس مدرسے قائم ہو گئے اور ان کے غلغلے سے پورا دیار پورب گونج اٹھا۔[1]

پھر ۷۹۶ھ میں سلطان علاء الدین سکندر شاہ ایک ماہ چند روز سلطنت کر کے غریق رحمت ہوا، اس نے اپنے دور حکومت میں ملک سرور خواجہ سرا کو اپنا وزیر بنا کر ''خواجۂ جہاں'' کا خطاب دیا تھا۔

[1] تاریخ جون پور، ص: ۳۶، ۳۷

## جون پور پر خود مختار شرقی حکومت [۷۹۶ھ تا ۸۸۱ھ]

آخری تغلق بادشاہ سلطان محمود نے اپنے وزیر اعظم خواجۂ جہاں ملک سُرور کو ''سلطان الشرق'' کا خطاب دے کر ۷۹۶ھ میں دیار پورب کا حاکم بنا کر جون پور بھیجا، خواجۂ جہاں نے دلی کی مرکزی حکومت کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر اپنی قوت میں اضافہ کیا اور تختِ جون پور پر بیٹھ کر خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا اور جون پور کی شرقی حکومت کے قلم رو میں کافی اضافہ کیا۔

سلطان الشرق خواجہ جہاں نے ۷۹۶ھ تا ۸۰۲ھ جون پور پر حکومت کی، شرقی حکومت میں چھ بادشاہ ہوئے، شرقی سلطنت کے تیسرے بادشاہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی [۸۰۴ھ تا ۸۴۴ھ] کا چالیس سالہ دور اس سلطنت کا زریں عہد اور دیار پورب میں علمی بہار کا زمانہ ہے، اس کے مبارک و مسعود عہد میں مختلف دیار و امصار کے ارباب علم و فضل جون پور کے دار الامان میں پناہ گزیں ہوئے، سلطان ابراہیم شاہ شرقی گرویدۂ مشائخ و فقرا، محب علم و علما، عدل پرور، رعایا نواز اور خدا ترس بادشاہ تھا، اس کا دور سلطنت نہایت بابرکت تھا، یہ حضرت مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی کچھوچھوی [۷۰۷ھ ۸۰۸ھ] کا بے حد عقیدت مند تھا، جب وہ جون پور آتے تو سلطان ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔

ابراہیمی دور میں تمام اطراف کے علما و مشائخ کھنچ کھنچ کر جون پور آ گئے اور ہندوستان کے علم کا خلاصہ یہاں جمع ہو گیا، قاضی شہاب الدین دولت آبادی، قاضی نصیر الدین دہلوی، شیخ ابو الفتح دہلوی، شیخ نصیر الدین بن نظام الدین غزنوی دہلوی، مولانا قیام الدین دہلوی ظفر آبادی، شیخ محمد عیسیٰ دہلوی جون پوری، شیخ فتح اللہ اودھی انصاری، شیخ محمد بن خضر دہلوی وغیرہ بڑے اطمینان و سکون سے تعلیم و تدریس، ارشاد و تلقین، ذکر و شغل اور

رشد وہدایت میں مشغول ہوئے اور ان کے خانوادے کئی صدیوں تک معدن علم وفضل رہے۔

سلطان ابراہیم شرقی نے قاضی شہاب الدین دولت آبادی [م ۸۷۵ھ] کو غایت عقیدت اور کمال محبت سے جون پور آنے کی دعوت دی، ہدایا بھیجے، قاضی صاحب علما وفضلا اور طلبہ کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے، سلطان نے بڑھ کر استقبال کیا، اور جامع مسجد (اٹالہ مسجد) کے پہلو میں ان کے لیے مدرسہ اور مکان بنوایا، قاضی صاحب کی توقیر وتعظیم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، ایک مرتبہ قاضی صاحب بیمار پڑے تو سلطان مزاج پرسی کے لیے ان کے گھر گیا اور پانی کا بھرا ہوا ایک پیالہ لے کر قاضی صاحب کے سر پر گھمایا اور یہ کہہ کر پانی پی گیا کہ بارِ خدایا! جو مصیبت ان پر آنے والی ہو، میرے نصیب میں کر کے ان کو شفا دے دے۔[۱]

## سلاطین شرقیہ کے نام اور مدتِ حکومت [کل مدتِ حکومت چوراسی (۸۴) سال]

| | | |
|---|---|---|
| (۱) سلطان الشرق خواجہ جہاں | [۷۹۶ھ تا ۸۰۲ھ] | چھ سال چند ماہ |
| (۲) مبارک شاہ شرقی | [۸۰۲ھ تا ۸۴۴ھ] | ایک سال چند ماہ |
| (۳) سلطان ابراہیم شرقی | [۸۰۴ھ تا ۸۴۴ھ] | چالیس سال چند ماہ |
| (۴) سلطان محمود شرقی | [۸۴۴ھ تا ۸۶۲ھ] | اٹھارہ سال چند ماہ |
| (۵) سلطان محمد شاہ شرقی | [۸۶۲ھ تا ۸۶۲ھ] | پانچ ماہ |
| (۶) سلطان حسین شاہ شرقی | [۸۶۲ھ تا ۸۸۱ھ] | انیس سال |

شرقی سلاطین نے جون پور پر ۷۹۷ھ تا ۸۸۱ھ چوراسی سال حکومت کی، اس کے بعد جون پور کی شرقی حکومت دہلی کی مرکزی حکومت لودھی حکمرانوں کے تحت آ گئی۔

---

[۱] دیار پورب میں علم اور علما، ملخص، ص: ۴۵-۴۶

# اعظم گڑھ کا پہلا مدرسہ بھیرہ میں

شرقی دور میں دیارِ پورب کے ایک خاص علاقہ اعظم گڑھ کے مقام بھیرہ ضلع مئو میں جو حکومت جون پور کے ماتحت تھا، نویں صدی ہجری کی دوسری دہائی میں سب سے پہلا مدرسہ قائم ہوا تھا۔ قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں:

ہمارے خیال میں اعظم گڑھ میں سب سے پہلا مدرسہ شیخ مُشیّد کی جاگیرداری میں موضع سلطان پور [بھیرہ] میں جاری ہوا[۱]

شیخ مُشیّد کے والد حضرت شیخ محمد بن خضر متوفی ۸۱۱ھ ابراہیمی دور میں دہلی سے جون پور آئے اور ایک میدان میں درخت کے سایہ میں روکش ہوئے، سلطان ابراہیم شرقی کو ان کی خبر ملی تو کمال عقیدت سے ان کے لیے مکان کا انتظام کیا اور پورے اعزاز واحترام کے ساتھ رکھا، اور ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحب زادے شیخ مُشَیّد کو پرگنہ محمد آباد گہنہ میں قریہ ولید پور وغیرہ کئی گاؤں جاگیر میں دیے، بعد میں شیخ مُشیّد کا خاندان وہیں منتقل ہوگیا، جس میں شاہ ابوسعید، شاہ ابوالخیر، شاہ اسماعیل، ملا محمود، شاہ ابوالغوث اور شاہ ابواسحاق وغیرہ پیدا ہوئے

شیخ مُشَیّد نے یہ مدرسہ چلایا، یہ چوں کہ جون پور چلے گئے تھے، اس لیے جاگیر اور مدرسے میں بدنظمی پیدا ہوگئی، تو اپنے دوست میر صدر جہاں کے کہنے پر شیخ مُشَیّد کے بڑے لڑکے شیخ معروف جون پور سے صوفیہ اور طلبہ کی ایک جماعت لے کر قریہ مذکور [بھیرہ] آئے، اور جاگیر کے بندوبست کے ساتھ صوفیہ اور طلبہ کی جماعت کی تعلیم وتربیت کا کام پھر جاری ہوا، شیخ معروف کے چھوٹے بھائی شیخ علی کے آجانے سے انتظامی امور میں یکسوئی پیدا ہوئی، اور شیخ معروف کا تعلیمی وتدریسی انہماک بڑھ گیا، اس مدرسے کا تذکرہ شاہ ابوالغوث گرم دیوان ۱۱۷۸ھ کے زمانے تک ملتا ہے۔[۲]

گویا یہ مدرسہ نویں صدی ہجری سے بارہویں صدی ہجری تک چارسو سال کام کرتا رہا۔

---

[۱] دیارِ پورب میں علم اور علما، ص:۴۹

[۲] دیار پورب میں۔۔ ملخص، ص:۳۹۔۴۰

# جون پور لودھی عہد حکومت میں

آخری شرقی بادشاہ سلطان حسین شرقی شاہ نے ۸۸۱ھ میں دہلی کی مرکزی لودھی حکومت کے مقابلے میں شکست کھائی اور جون پور کی حکومت دہلی حکومت کے ماتحت آگئی، لودھیوں نے جون پور پر [۸۸۱ھ تا ۹۳۲ھ] پچاس اکیاون سال حکومت کی، جس میں تین لودھی بادشاہ ہوئے۔

(۱) سلطان بہلول شاہ لودھی [دہلی پر ۸۵۵ھ تا ۸۹۴ھ]۔ [جون پور پر ۸۸۱ھ تا ۸۹۴ھ] تیرہ سال

(۲) سلطان سکندر شاہ لودھی بن بہلول شاہ لودھی [۸۹۴ھ تا ۹۲۳ھ] انتیس سال

(۳) سلطان ابراہیم شاہ بن سکندر لودھی [۹۲۳ھ تا ۹۳۲ھ] نو سال

دہلی کے لودھی سلاطین میں دوسرے حکمراں سلطان سکندر لودھی کی وہی حیثیت رہی جو جون پور کے سلاطین شرقیہ میں سلطان ابراہیم شرقی کی تھی، اس کا دور بہت خیر و برکت کا دور تھا، یہ بڑا عادل و منصف اور پرہیز گار تھا، علما و صوفیہ سے عقیدت رکھتا تھا، اس نے بہت سی مسجدیں، سرائیں، مدرسے اور خانقاہیں بنوائیں، ظہر کے بعد اور رات میں شاہی محل میں علما سے علمی مذاکرہ کرتا، اور قرآن کی تلاوت میں مشغول رہتا۔

گھوسی مدھوبن کے بیچ ''سپاہ ابراہیم آباد'' کا نام اسی ابراہیم لودھی کے نام پر ہے، کیوں کہ ابراہیم لودھی کی فوج یہاں سے گزرتی اور یہاں پر ٹھہرتی تھی، اسی کے قریب موضع ''لدھوائی'' لودھی کی بگڑی ہوئی شکل ہے، بلیا کا قصبہ سکندر پور سلطان سکندر لودھی کے نام پر ہے، لودھی دور میں بھی دیار پورب میں علما و مشائخ کی بڑی تعداد تھی۔

# جون پور مغل عہد حکومت میں

[۹۳۲ھ مطابق ۱۵۲۶ء تا ۱۱۳۰ھ مطابق ۱۷۱۸ء]

تقریباً دوسو سال تک مغلوں نے ہندوستان پر حکومت کی، آخری لودھی بادشاہ ابراہیم لودھی سے اس کے بھائی جلال الدین لودھی نے بغاوت کر کے جون پور میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی، مگر ابراہیم نے اسے گوالیار بھاگنے پر مجبور کر دیا اور وہ مارا گیا۔

بھائی سے نجات پانے کے بعد سلطان ابراہیم لودھی کو مغل بادشاہ بابر سے مقابلہ کرنا پڑا، جس نے پانی پت کے میدان میں اسے شکست دے کر ۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء میں مغل حکومت کی بنیاد رکھی۔

دہلی پر مغل حکومت کے بعد دیار پورب اور جون پور بھی مغل حکومت کے زیر نگیں ہو گیا۔

جن مغل سلاطین کے عہد میں دیار پورب اور جون پور میں شرقی عہد کی طرح علما ومشائخ کی قدردانی اور سرپرستی ہوئی اور علم وفن کے گلشن کی بہار شباب پر رہی، وہ یہ ہیں۔

(۱) ظہیر الدین محمد بابر — وفات ۹۳۷ھ مطابق ۱۵۳۰ء

(۲) نصیر الدین محمد ہمایوں — وفات ۹۶۳ھ مطابق ۱۵۵۵ء

(۳) جلال الدین محمد اکبر — وفات ۱۰۱۴ھ مطابق ۱۶۰۵ء

(۴) نور الدین محمد جہاں گیر — وفات ۱۰۳۷ھ مطابق ۱۶۲۷ء

(۵) شہاب الدین محمد شاہ جہاں — وفات ۱۰۹۸ھ مطابق ۱۶۶۳ء

(۶) محی الدین محمد اورنگ زیب عالم گیر — وفات ۱۱۱۸ھ مطابق ۱۷۰۷ء

(۷) شاہ محمد معظم بہادر شاہ — وفات ۱۱۲۴ھ مطابق ۱۷۱۱ء

(۸) محمد معز الدین جہاں دار شاہ، وغیرہ

سلطان محمد عالم گیر کے بعد کئی مغل بادشاہ ہوئے ،مگر زوال پذیر اور انتشار وانار کی کی شکار مغل حکومت کو عظمت رفتہ کے ساتھ باقی نہ رکھ سکے، پھر علم وفضل اور ارباب علم وفضل اور دین وملت کی کیا خدمت کرتے ، بالآخر محمد شاہ اور شاہ عالم جیسے نااہل اور کٹھ پتلی قسم کے لوگ برائے نام حکمراں رہے، نادر شاہ کی واپسی کے بعد تورانی امرا کے مقابلے ایرانی امرا کا دخل حکومت میں بڑھ گیا، اور برہان الملک سعادت علی وزیر المالک ہو گئے، آگے چل کر اسی خاندان نے اودھ میں ۱۱۳۰ھ میں ایک نئی خود مختار شیعہ حکومت قائم کی، جون پور بھی اسی اودھ شیعہ حکومت کے تصرف میں آ گیا، اور پھر یہاں کا قدیم علمی و دینی ماحول زوال آمادہ ہونے لگا، دینی وعلمی خانوادے برباد ہوئے، جاگیریں ضبط کی گئیں، وظائف بند ہو گئے اور مختلف طریقوں سے عام سنی آبادی اور خاص اہل علم وفضل اور صاحبان دولت کو شیعہ بنایا جانے لگا، اور ہر بڑی آبادی شیعیت کی زد میں آنے لگی۔

مغل دور حکومت میں دو بادشاہوں سلطان جہاں گیر اور سلطان شاہ جہاں نے پورے ہندوستان کی طرح جون پور اور دیارِ پورب کی سیاسی، سماجی اور دینی وعلمی ترقی پر خاص توجہ دی اور علم دوستی اور علما پروری میں تغلقی دور میں سلطان فیروز شاہ تغلق اور شرقی عہد میں سلطان ابراہیم شاہ شرقی اور لودھی دور میں ابراہیم لودھی اور سکندر لودھی کی طرح نمایاں کردار ادا کیا۔

شرقی اور لودھی ادوار کے حسنات و برکات مغل عہد میں کھل کر سامنے آ گئے، اسی لیے پانچویں مغل بادشاہ شاہ جہاں کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ ’’پورب شیراز ما است‘‘ یعنی دیار پورب ہمارا شیراز ہے۔

مغل حکمراں اورنگ زیب عالم گیر [م ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء] کے دور میں ان کی خاص توجہ سے جون پور علما نوازی اور علم دوستی میں شرقی سلاطین سے آگے بڑھ گیا۔

# مغل دور میں حکومت جون پور کا رقبہ

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''مغل دور میں سرکار جون پور کا رقبہ موجودہ فیض آباد کی سرحد سے لے کر موجودہ غازی پور کے حدود تک پھیلا تھا، جن کو آج کل اضلاع مشرقی [دیارِ پورب اور پروانچل] کہتے ہیں، سرکار جون پور اس زمانے میں اکتالیس محال یعنی پرگنوں پر منقسم تھی، ان پرگنوں کے قصبوں کے جو نام آئین اکبری میں گنائے گئے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ پورا ضلع اعظم گڑھ اور موجودہ ضلع بلیا کا پرگنہ سکندر پور، غازی پور کے پرگنے شادی آباد اور بھتری اور فیض آباد کے پرگنے چاندی پور، بڑہڑ، ٹانڈہ اور سُرہُر پور سب سرکار جون پور میں داخل تھے۔

یہی سبب ہے کہ ان مقامات کے اکابر اور مشاہیر باہر کی دنیا میں جون پوری ہو کر رونما ہوئے۔[۱]

[۱] حیات شبلی، ص:۵۰

# جون پور پر خود مختار شیعہ حکومت

مغلوں کے بعد [ ۱۱۳۰ھ تا ۱۲۷۳ھ ] ایک سو تینتالیس سال جون پور پر اودھ کے شیعہ نوابوں کی خود مختار حکومت رہی، جس میں گیارہ حکمراں گزرے، جون پور اودھ کا ایک حصہ تھا، اودھ کے ان کوتاہ بیں، تنگ نظر اور سنیت دشمن شیعہ نوابوں کی وجہ سے جون پور کا شاداب سنی چمن ویران ہوتا چلا گیا، بارونق علمی و روحانی مراکز درہم برہم ہوتے چلے گئے، تقریباً ڈیڑھ سو سالہ نوابی شیعہ حکومت نے سنی علما و مشائخ سے جائدادیں چھین کر انھیں معاشی طور سے بدحال اور بے سہارا کر دیا، اس حکومت کا پہلا حکمراں نواب برہان الملک سعادت علی خان [ م ۱۱۵۱ھ ] ہے، جس نے ۱۱۳۶ھ میں اودھ کی صوبہ داری پائی، جب کہ آخری حکمراں نواب واجد علی شاہ [ معزول ۱۲۷۳ھ ] تھا۔

یہ لوگ مذہباً شیعہ تھے اور ان کے اثر سے اودھ بہ شمول جون پور بلکہ پورے دیار پورب میں شیعہ مذہب کو بہت بڑھاوا ملا۔

## سنیوں کی تباہی اور شیعوں کی زیادتی

شیعہ دور میں جون پور کے سنی اہل علم و فضل، طلبہ اور مدرسوں کی تباہی کے عینی شاہد شیعی عالم مولوی خیر الدین محمد الہ آبادی نے اس تباہی و بربادی کا نقشہ اِن لفظوں میں کھینچا ہے، لکھتے ہیں:

”محمد شاہ کے عہد سلطنت میں نواب برہان الملک سعادت علی خاں نیشاپوری صوبہ اودھ اور سرکارات بنارس و جون پور کا حاکم ہوا، نواب مذکور صوبۂ اودھ کا انتظام کرنے کے بعد ۱۱۴۷ھ میں جون پور آیا، چوں کہ اس شہر کے مشائخ، امرا و حُکّام کی حاشیہ نشینی کے عادی نہیں تھے، اس لیے ان میں سے کوئی اس کے در دولت پر حاضر نہیں ہوا۔۔۔۔[ اس واقعے کی وجہ سے اور مخدوم الملک شیخ غلام غوث یا ان کی خانقاہ کے کسی فرد کے ذریعے

استقبال نہ کیے جانے کے سبب ] نواب سعادت علی خاں نے غیض وغضب میں حکم دیا کہ یہاں جتنے قدیم وجدید خانوادے ہیں، ان سب کی جاگیریں ضبط کر لی جائیں، چنانچہ اس کے بعد مشائخ اور مدرسین کی جاگیریں، مراعات اور طلبہ وفقرا کے سب وظیفے اور روزینے یک قلم موقوف کر دیے گئے اور معاشی تنگی نے شہر کے باشندوں کو تحصیل علم سے روک دیا، دور دراز سے آئے ہوئے طالب علم در بدر دست نگر ہو کر پھرنے لگے، مشائخ اور مدرسین طلب معاش میں خانقاہوں اور مدرسوں سے باہر نکل گئے، مدرسے ویران ہو گئے اور خانقاہیں بوم و شغال کا خرابہ بن گئیں۔[۱]

نواب سعادت علی خاں کے مرنے کے بعد اس کا داماد ابوالمنصور خاں صفدر جنگ حاکم ہوا، اس نے بھی جون پور کے غریبوں کے ساتھ وہی شیوہ بیداد جاری رکھا، بلکہ بقول شخصے ''ہر کہ آمد براں مزید نمود'' والی بات ہوئی۔[۲]

یہی وہ شہر تھا جس میں ابراہیم شاہ شرقی کے عہد میں سیکڑوں مدرسے اور مسجدیں تھیں۔

مولانا غلام علی آزاد بلگرامی [ولادت ۱۱۱۶ھ وفات ۱۲۰۰ھ] نے مرحوم جون پور کا نوحہ وماتم یوں کیا ہے:

''وظائف خانوادہائے قدیم وجدید یک قلم ضبط شد و کار شرفا ونجبا بہ پریشانی کشید و اضطرار معاش مردم آنجا را از کسب علم باز داشتہ در پیشۂ سپہ گری انداخت و رواج تدریس و تحصیل بہ آں درجہ نہ ماند و مدارسے کہ از عہد قدیم معدن علم وفضل بود یک قلم خراب افتاد و انجمن ہائے ارباب کمال بیشتر برہم خورد۔ اِنّا للّٰہ واِنا الیہ راجعون۔''[۳]

---

[۱] دیارِ پورب میں علم وعلما، ص:۱۰۸، بحوالہ تذکرۃ العلما از مولوی خیر الدین شیعی تالیف ۱۲۱۴ھ

[۲] ایضاً، ص:۱۰۹

[۳] مآثر الکرام، ص:۲۲۱

**ترجمہ:** قدیم وجدید خانوادوں کے وظائف۔۔۔۔۔بہ یک قلم ضبط ہو گئے، شرفا و نجبا پریشان ہو گئے، معاش کی مجبوری نے لوگوں کو طلبِ علم سے دور کر کے سپہ گری کے پیشے میں ڈال دیا، پڑھنے پڑھانے کا رواج پہلے جیسا نہ رہا۔ جو مدارس عہد قدیم سے علم وفضل کا مرکز تھے یکا یک تباہ وبرباد ہو گئے، اربابِ کمال کی انجمنیں درہم برہم ہو گئیں۔ اِنا للہ وانا الیہ راجعون۔

نوابان اودھ صرف شیعہ ہی نہیں تھے، بلکہ اس مذہب کے سرگرم داعی ومبلغ بھی تھے، صرف مذہبی عصبیت اور تنگ نظری کی وجہ سے سنی علما وفضلا اور مشائخ کی جاگیریں ضبط کی جاتیں اور طلبہ کے وظیفے بند کیے جاتے تھے، کیوں کہ جو خانوادے شیعہ ہو جاتے، ان کی جاگیریں بحال رہتی تھیں، عزاداری کے لیے بڑی بڑی جاگیریں اور معافیاں دی جاتی تھیں۔۔۔نواب آصف الدولہ اگر چہ لہو ولعب کا شکار رہتا تھا، مگر فرقہ پرست مذہبی بھی تھا، ایسے ہی اس کا نائب حسن رضا خاں بھی مذہبی آدمی تھا، ان دونوں کی کوشش سے ہزاروں سنی خاندان شیعہ بن گئے اور ان کو جاگیریں ملیں، جب کہ سنیوں کی وہ جاگیریں جو شاہان مغلیہ کے دور سے چلی آرہی تھیں، ضبط کر لی گئیں۔

چنانچہ میر علی عاشقاں سرائے میری کے خاندان والے اسی دور میں شیعہ ہو گئے۔۔۔راجہ سید حامد شاہ مانک پوری کا خاندان سلاطین شرقیہ کے زمانے سے جاگیر دار تھا، مگر شیعہ نوابی دور آتے ہی زوال آیا، اِس خاندان میں راجہ سید احمد ثانی بخوف ضبطی معافی تبدیلی مذہب کر کے شیعہ ہو گئے۔۔

حافظ امان اللہ بنارسی کی جاگیریں اور مراعات نواب برہان الملک سعادت علی خاں نے ضبط کر لیں، آخری عمر میں مجبوراً انھیں دلی جانا پڑا، ان کی اولاد بھی بعد میں شیعہ ہو گئی۔۔

شاہ ابوالغوث گرم دیوان بھیروی لہراوی اعظم گڑھ چھوڑ کر غازی پور چلے گئے۔۔

اس طرح بہت سے سنی خاندان شیعہ بنے یا بنا لیے گئے، جو اپنے مسلک پر ڈٹے رہے، پریشان ہوئے۔

دارالسلطنت لکھنؤ میں استاذ جہاں، نحریر زماں، بانی درس نظامی ملا نظام الدین سہالوی [متوفی ۱۱۶۱ھ] کی قائم کردہ مرکزی سنی درس گاہ مدرسہ نظامیہ فرنگی محل، جس کا علمی فیضان پورے ملک میں جاری تھا، شیعہ نوابی عہد میں اس کی علمی دینی مرکزیت بھی زوال وانتشار سے دوچار ہوگئی، اور ملا صاحب کے صاحب زادے ملک العلما بحر العلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی [متوفی ۱۲۲۵ھ] کو تعزیہ داری کے ایک جھگڑے میں جان کے خوف سے لکھنؤ چھوڑ کر شاہ جہان پور، رام پور، بردوان (بہار) کی خاک چھانتے ہوئے ارکاٹ اور مدراس میں سنی نواب والا جاہ محمد علی خاں کے یہاں جانا پڑا اور آپ نے وہیں عزت واحترام کے ساتھ درس وافادہ میں بقیہ زندگی گزار دی۔[۱]

۱۲۷۳ھ میں انگریزوں نے اودھ کے آخری تعیش پسند شیعہ نواب واجد علی شاہ کو گرفتار کر کے مٹیا برج کلکتہ بھیج دیا، اور ۷/فروری ۱۸۵۶ء/ ۱۲۷۳ھ میں کرنل اوٹرم نے پورے اودھ پر قبضہ کر کے ایسٹ انڈیا کمپنی کو دے دیا۔[۲]

اور اس طرح اودھ سے شیعہ نوابی حکومت کا خاتمہ ہوگیا، بہ شمول جون پور اودھ پر انگریز قابض ہوگئے۔

حیات شبلی کے حاشیے میں سید سلیمان ندوی نے نواب واجد علی شاہ کا عہد حکومت ۱۲۷۶ھ/ ۱۸۵۹ء ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل نقشے سے ظاہر ہے، جب کہ قاضی اطہر مبارک پوری نے دیار پورب میں علم اور علما میں واجد علی شاہ کی گرفتاری، مٹیا برج کلکتہ بھیجے جانے اور کرنل اوٹرم کے ذریعہ پورے اودھ پر قبضہ کر کے ایسٹ انڈیا کمپنی کو دینے کی تاریخ ۷/فروری ۱۸۵۶ء/ ۱۲۷۳ھ لکھی ہے۔

---

[۱] دیار پورب۔۔۔۔ملخص، ص: ۱۱۷

[۲] دیار پورب میں علم اور علما، ص: ۱۱۴

## اودھ کے شیعہ نواب اور مدتِ حکومت

(۱) برہان الملک سعادت علی خاں [۱۱۳۶ھ مطابق ۱۷۲۳ء تا ۱۱۵۲ھ مطابق ۱۷۳۹ء]

(۲) ابوالمنصور خاں صفدر جنگ [۱۱۵۲ھ تا ۱۱۶۷ھ]

(۳) نواب شجاع الدولہ [۱۱۶۷ھ تا ۱۱۸۸ھ]

(۴) آصف الدولہ یحییٰ خاں [۱۱۸۸ھ تا ۱۲۱۲ھ]

(۵) نواب سعادت علی خاں [۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۰ء تا ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۸۱۳ء]

(۶) نواب غازی الدین حیدر [۱۲۲۹ھ مطابق ۱۸۱۳ء تا ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۷ء]

(۷) نصیر الدین حیدر [۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۷ء تا ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۷ء]

(۸) محمد علی شاہ [۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۷ء تا ۱۲۵۸ھ مطابق ۱۸۴۲ء]

(۹) امجد علی شاہ [۱۲۵۸ھ مطابق ۱۸۴۲ء تا ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۶ء]

(۱۰) واجد علی شاہ [۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۶ء تا ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۸۵۹ء]

[۱]

---

[۱] حیات شبلی، حاشیہ، ص:۳۹

# جون پور پر انگریزی قبضہ

سید سلیمان ندوی نے ''پرموشن آف محمڈن لرننگ'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''۱۱۸۷ھ/ ۱۷۷۴ء میں نواب آصف الدولہ نے مختار الدولہ کی مرضی کے مطابق ان [شیعوں کے ذریعہ سنی علما و مشائخ کی چھینی ہوئی] جاگیروں کو واپس کرنے کا حکم دیا، لیکن ایلیج خاں نے احتجاج کیا، اسی زمانے میں جون پور انگریزوں کے قبضے میں آ گیا۔[۱]

ہر چند کہ شیعہ نوابوں نے سنی علما و مشائخ کی جاگیریں اور مراعات چھین لیں، اور سنی مدرسوں اور خانقاہوں کو بے سہارا اور برباد کر دیا لیکن پھر بھی اللہ کے کچھ صاحب توفیق خاص بندوں نے اس بے چارگی اور کس مپرسی کے عالم میں بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کر کے اسلام اور سنیت کی حفاظت و اشاعت اور تعلیم و تدریس اور روحانی تربیت کا بازار کسی نہ کسی طرح اور کچھ نہ کچھ ضرور گرم رکھا، کچھ پرانی درس گاہیں اور خانقاہیں، باقی رہیں، بلکہ مزید نئی درس گاہیں اور خانقاہیں بھی قائم ہوئیں۔

۱۷۸۸ء میں جب ڈنکن نے جون پور دیکھا ہے تو اس کی بربادی پر افسوس کیا، اس زمانے کے کمشنر اور کلکٹر بنارس کے سرکاری کاغذات میں اس کی گذشتہ عظمت کے غیر فانی نقوش باقی ہیں، مرقوم ہے کہ:

جون پور جو مسلمانوں کے علوم و فنون کا مرجع تھا، جس کو شیراز ہند کا خطاب حاصل تھا، جہاں بہت سے مدرسے قائم تھے۔۔ محمد شاہ کے زمانے تک بیس مدرسے جون پور میں موجود تھے، جن کے اب صرف نام ہی باقی رہ گئے ہیں۔[۲]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جون پور کے مدرسوں کی بربادی کا سلسلہ عالم گیر کے

---

[۱] حیات شبلی ص ۴۰

[۲] اسلامی درس گاہیں ص ۴۵

بعد ہی سے شروع ہو گیا، حتیٰ کہ جہاں دورِ عالم گیر میں ایک سو مدرسے تھے، اسی خاندانِ مغل کے حکمراں محمد شاہ کے زمانے میں ان کی تعداد بیس رہ گئی، پھر نوابی عہد میں شیعہ نوابوں نے باقی کسر بھی پوری کر دی۔

مولانا غلام علی آزاد بلگرامی [ولادت ۱۱۱۶ھ وفات ۱۲۰۰ھ] اپنے وقت کی جون پور کی صورت حال یا تباہ حالی بیان کرنے کے بعد اخیر میں لکھتے ہیں:

''تا حین تحریر کتاب ایں دیار پامال حوادث روزگار است **لَعَلَّ اللہَ یُحدِثُ بعدَ ذٰلك اَمراً** باوجود ایں خرابیہا رواجِ علم خصوص معقولات بہ کیفیتے کہ آنجا است در قلمرو ہندوستان ہیچ جا نیست، ہنوز علمائے فحول جلوہ طراز اند و بہ حصول اقصی مراتبِ کمال ممتاز[۱]''

**ترجمہ:** اس کتاب مآثر الکرام کی تصنیف کے وقت [۱۱۸۰ھ] تک یہ دیار حوادث زمانہ سے پامال و برباد اور تباہ حال رہے۔ **لعل اللہ یُحدث بعد ذٰلك امرا**۔ اِن خرابیوں کے باوجود علم بالخصوص معقولات کے رواج کی جو کیفیت یہاں ہے، ہندوستان میں کہیں نہیں ہے، علمائے فحول جلوہ فرما ہیں اور فضل و کمال کے اعلیٰ مراتب کے حصول میں ممتاز ہیں۔

---

[۱] مآثر الکرام، آزاد، ص:۲۲۱

# جون پور کا شاندار ماضی

اوپر مذکور ہوا کہ قیام جون پور کے ساتھ ہی مولانا علاء الدین دہلوی کی تعلیمی مساعی سے جون پور اور نواح میں چوالیس مدرسے قائم ہو چکے تھے، پھر یہ تعداد دن بہ دن بڑھتی ہی گئی، حتیٰ کہ عالم گیر اورنگ زیب کے زمانے میں مدرسوں کی تعداد ایک ۱۰۰ تک پہنچ گئی۔

تغلقی دور سے شروع ہو کر شرقی دور، لودھی دور ہوتے ہوئے مغل دور تک کے اِس چار سو سالہ شاندار علمی و تعلیمی سفر میں اتنی علمی ترقی ہوئی کہ جون پور، دہلی کا ہم پلہ ہو گیا اور جون پور کا یہ دار العلم ہندوستان کا شیراز سمجھا جانے لگا، اور شاہ جہاں کے ہی دور میں اپنے شباب کو پہنچ گیا، اور جون پور کے اِسی علمی شباب نے شاہ جہاں کی زبان سے وہ تاریخی جملہ کہلوایا جو یادگار بن گیا کہ:

''پورب شیراز ماست'' یعنی پورب ہمارا شیراز ہے۔

شاہ جہاں کے بعد خاص طور سے اورنگ زیب عالم گیر کی دین پروری، علم دوستی علما وصوفیہ نوازی اور غیر معمولی فیاضی وقدر دانی اور نگرانی وسرپرستی کی بدولت پورب کے قصبے قصبے اور دیہات دیہات علما و مدرسین پھیل گئے، جنھوں نے اشاعتِ دین، قیام مدارس ومساجد اور دینی و روحانی تعلیم وتربیت کے میدان میں غیر معمولی اور انمٹ کارہائے نمایاں انجام دیے۔

## اسلامی ہند میں مدارس کی کثرت

محمد تغلق کے زمانے میں صرف ہندوستان کے پایہ تخت دہلی میں ایک ہزار مدرسے تھے، جن میں ایک شافعیوں کا اور باقی سب حنفیوں کے تھے۔۔۔اور اورنگ زیب عالم گیر کے زمانے میں بقول ایک یورپین سیّاح کپتان الگزنڈر ہملٹن، سندھ کے ایک شہر ٹھٹھہ کی نسبت لکھتا ہے کہ شہر ٹھٹھہ میں مختلف علم وفن کے چار سو مدرسے تھے۔[۱]

[۱] ہندوستان کی قدیم اسلامی درگاہیں، دیباچہ، ص: ۴

## مدارس کی عمارتیں

عہد قدیم میں تعلیم کے لیے عموماً مستقل عمارتیں نہیں ہوتی تھیں، تعلیم و تدریس کا زیادہ تر کام مسجدوں سے لیا جاتا تھا، اس وقت کی تقریباً تمام مسجدیں درس گاہ تھیں، دلی، آگرہ ، لاہور، احمد آباد اور جون پور کی مسجدوں میں صحن کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے حجرے طلبہ و مدرسین کی قیام گاہیں ہوا کرتی تھیں۔

قدیم خانقاہوں سے بھی صوفیہ تعلیم گاہ و درس گاہ کا کام لیتے تھے، گویا خانقاہیں، شریعت وطریقت اور علم ظاہر و باطن دونوں کا سنگم ہوتی تھیں کچھ بزرگوں کے روضوں اور مقبروں کے کمرے بھی بطور درس گاہ استعمال ہوتے تھے۔

# دیار پورب کے مردم خیز قصبات

مغرب کے کچھ علاقوں کے ساتھ دیار پورب کے بیشتر وہ قصبے جو اپنی مردم خیزی میں ناموراور عظمت رفتہ کے مہبط ومرکز رہے، وہ یہ ہیں:

بدایوں، امروہہ، سنبھل، مرادآباد، رام پور، بریلی، پیلی بھیت، شاہ جہاں پور، فرخ آباد، قنوج، آگرہ، شمس آباد، سنڈیلہ، بلگرام، خیرآباد، سہالی، لکھنؤ، دیوہ، گوپامئو، جائس، صدرپور، ملیح آباد، کاکوری، نصیرآباد (رائے بریلی)، ڈل مئو، مالک پور سلون، اوراله آباد۔

جب کہ خاص پورب میں (۱) جون پور (۲) غازی پور (۳) سید پور (۴) گھوسی (۵) محمدآباد (۶) بھیرہ (۷) ولید پور (۸) مبارک پور (۹) مئو ناتھ بھنجن (۱۰) چریا کوٹ (۱۱) ماہل (۱۲) نظام آباد (۱۳) سرائے میر وغیرہ شامل ہیں۔

بعض مشہور تاریخ نویس حضرات جون پور میں مدارس کی ابتدا ملک العلما مفتی شہاب الدین دولت آبادی [م ۸۴۸ھ یا ۸۴۹] سے مانتے ہیں:

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: ”ملک العلما شہاب الدین دولت آبادی کے عہد سے لے کر اخیر زمانہ تک جون پور میں جو درس گاہیں علمائے مدرسین کے زیر اہتمام عہد بہ عہد قائم ہوتی رہیں۔[۱]

حالانکہ اس کے برخلاف صحیح یہ ہے کہ قیام جون پور ۷۷۲ھ کے معاً بعد ہی مولانا علاء الدین دہلوی کی کوششوں سے جون پور میں چوالیس مدرسے قائم ہو چکے تھے، اور مولانا نے جون پور میں چالیس سال تک پڑھایا۔[۲]

”ریاض جون پور“ کے مصنف نے اپنی کتاب کے اخیر میں اِن مدارس کی حسب ذیل فہرست دی ہے اور لکھا ہے کہ محمد شاہ کے زمانے تک وہ قائم رہیں“۔[۳]

---

[۱] حیات شبلی، ص:۳۵

[۲] تذکرۃ العلما، ص:۱۱

[۳] حیات شبلی ص ۳۵۔۳۶

# جون پور کے قدیم مدارس

''ریاض جون پور'' مولفہ سید محمد مہدی جون پوری، مطبوعہ ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۱ کے حوالے سے جون پور کے یہ قدیم مدارس درج ذیل ہیں، جن کی تعداد گیارہ ہے۔

(۱) مدرسۂ ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی [م ۸۴۸ھ یا ۸۴۹]

(۲) مدرسۂ مولانا اِلٰہ آبادی [م ۹۲۳ھ]

(۳) مدرسۂ ملّا محمود صاحب شمس بازغہ [م ۱۰۶۲ھ]

(۴) مدرسۂ ملّا عبدالباقی

(۵) مدرسۂ ملّا نورالدین

(۶) مدرسۂ مفتی سید مبارک

(۷) مدرسۂ ملّا محمد حفیظ

(۸) مدرسۂ ملّا شیخ حامد

(۹) مدرسۂ شیخ ماہ

(۱۰) مدرسۂ ملّا معہور، اکبر سے محمد شاہ تک

(۱۱) مدرسہ ملا محمد اعلیٰ، // //

''تجلّی نور'' تاریخ جون پور مولفہ مولوی سید نورالدین زید ظفر آبادی جادو پریس جون پور میں تلاش کے بعد مولف حیات شبلی نے مزید اٹھارہ مدرسوں کے نام ذکر کیے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مدرسۂ میر محمد ملیح

(۲) مدرسۂ ملا صدر جہاں [۱۱۹۰ھ]

(۳) مدرسۂ ملّا شمس الدین [۱۱۹۰ھ]

(۴) مدرسۂ حافظ غلام شاہ

(۵) مدرسۂ میر محمد عسکری [۱۱۱۹ھ]

(۶) مدرسۂ مولوی ثناء اللہ

(۷) مدرسۂ مولوی عطاء اللہ

(۸) مدرسۂ سید ضیاء الدین خان

(۹) مدرسۂ معین سکّاک

(۱۰) مدرسۂ استاذ الملک [م ۱۰۶۲ھ]

(۱۱) مدرسۂ شیخ رکن الدین [م ۱۱۲۱ھ]

(۱۲) مدرسۂ عبد الباری خضری [م ۱۰۳۶ھ]

(۱۳) مدرسۂ خانقاہ مداریہ، ملا مداری [م ۱۰۷۶ھ]

(۱۴) مدرسۂ ملّا شمس پور [م ۱۰۴۷ھ]

(۱۵) مدرسۂ ملّا شیخ محمد صادق [م ۱۰۶۴ھ]

(۱۶) مدرسۂ ملّا خلیل [م ۱۰۷۹ھ]

(۱۷) مدرسۂ ملّا باب اللہ

(۱۸) مدرسۂ ملّا جمیل [م ۱۱۲۳ھ][۱]

[۱] حیات شبلی، ص: ۳۶

# جون پور کا پہلا مدرسہ

آٹھویں صدی ہجری کی آٹھویں دہائی، ۷۷۲ھ میں خاندان تغلق کے تیسرے بادشاہ فیروز شاہ تغلق نے جون پور بسانے کے بعد دو کام کیے، (۱) اپنے ولی عہد فتح خاں کو جون پور کا حاکم بنایا (۲) مولانا علاء الدین دہلوی [م ۷۸۲] کو دہلی سے مدرس و معلم بنا کر بھیجا، پہلے نے جون پور کا ملکی و سیاسی نظام سنبھالا اور دوسرے نے مملکت علم کے نظم و نسق کو درست کیا۔

مولانا علاء الدین دہلوی نے جون پور آنے کے بعد علوم وفنون کی تعلیم واشاعت میں ایسی کوشش کی کہ یہاں چوالیس مدرسے قائم ہو گئے اور ان کے غلغلے سے پورا دیارِ پورب گونج اٹھا۔

مولوی خیر الدین شیعی لکھتے ہیں:

در اندک ایام از یمن قدوم مولانا چہل و چہار مدرسہ در شہر جون پور و حوالی آں از مُدَرّسان و طالبان علم آراستہ شد[۱]

چوں کہ مولانا علاء الدین دہلوی کی آمد قیام جون پور ۷۷۲ھ کے بعد بطور معلم و مدرس سب سے پہلے ہوئی ہے، اور تعلیم و تدریس کے کام کا آغاز انہی سے ہوا ہے، لہٰذا انہی کے مدرسہ کو جون پور کا سب سے پہلا مدرسہ کہا جانا غلط نہ ہوگا، جون پور میں سلسلۂ مدارس کی پہلی کڑی یہی ''مدرسۂ علاء الدین'' ہی ہے، جسے ہم ''مدرسہ علائیہ'' بھی کہہ سکتے ہیں، مولانا علاء الدین دہلوی نے جون پور اور نواح میں تدریس و تعلیم اور قیام مدارس کو ایک اہم مشن کی حیثیت دی، اور بانی جون پور سلطان فیروز شاہ تغلق اور اس کے بیٹے حاکم جون پور فتح خاں کی سرپرستی اور تعاون سلطان سے تقریباً دس سال محنت کر کے چوالیس مدارس کھڑے کر دیے،

---

[۱] دیارِ پورب۔۔ص: ۷۳ بحوالہ تذکرۃ العلما،ص: ۱۱۔۱۰

تدریس تو وہ اپنے خاص مدرسہ علائیہ میں دیتے رہے ہوں گے، مگر دیگر مدارس کے قیام کی ترغیب وتحریک، ان کی نگرانی اور ممکنہ علمی و مشاورتی اور مالی تعاون کا سہرا بہر حال مولانا علاء الدین دہلوی کے سر پر ہی بندھتا ہے۔

بانی مدرسہ علائیہ مولانا علاء الدین دہلوی دس سال تک جون پور میں تعلیمی خدمات انجام دینے کے بعد ۷۸۲ھ میں جون پور ہی میں انتقال کر گئے اور یہیں کی مٹی کا حصہ بن گئے، گویا زندگی میں جون پور کی سرزمین پر کام کیا اور موت کے بعد جون پور کی زمین کے نیچے آرام کر رہے ہیں۔

ع خدا رحمت کند بر عاشقانِ پاک طینت را

## جون پور کے کچھ اور مدرسے

**مدرسہ کرامتیہ ملا ٹولہ:** شمس العلما قاضی احمد شمس الدین جعفری بن نظر الدین بن قمر الدین بن شیخ قادر بخش کے دادا کے بھائی مولوی شیخ امیر الدین متوفی ۱۹۱۲ء [بن شیخ قادر بخش متوفی اعظم گڑھ قبل ۱۸۵۷ء] ہیں، جب شیخ قادر بخش اعظم گڑھ میں انتقال کر گئے تو ان کے چھوٹے بھائی شیخ محمد بخش اپنی سسرال قاضیانہ، جون پور میں اپنے سسر کے یہاں آ بسے، اور اپنے ساتھ بڑے بھائی قادر بخش کے دو لڑکوں یعنی اپنے بھتیجوں شیخ قمر الدین اور اور شیخ امیر الدین کو بھی جون پور لے آئے اور اِن کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔

شیخ امیر الدین مدرسہ کرامتیہ ملا ٹولہ جون پور میں تا حیات مدرس رہے، یہ لاولد تھے۔

**مدرسہ فاروقیہ جون پور:** مولانا احمد شمس الدین جعفری [۱۹۸۱ء] نے ۱۹۲۴ء میں اِس مدرسے میں کافیہ وشرح تہذیب وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

**مدرسہ بی بی راجہ بیگم جون پور:** ۸۴۵ھ یا ۸۵۶ھ میں بی بی راجہ بیگم نے جون پور میں ایک مدرسہ قائم کیا، جو مدرسہ بی بی راجہ بیگم کے نام سے موسوم ہوا۔[۱]

---

[۱] اسلامی درس گاہیں، ص: ۴۳ بحوالہ جون پور نامہ

**مدرسہ ملک العلما جون پور:** اٹالہ کی مسجد جون پور کی ایک مشہور اور معروف مسجد ہے، یہ دراصل ملک العلما شہاب الدین دولت آبادی [۸۴۸ھ] کا مدرسہ ہے، جس میں ایک مدت تک اس فخر روزگار ہستی کی بدولت بزم تعلیم گرم رہی، اس کے گرد و پیش جو وسیع سلسلہ حجروں کا ہے، اس کو علما و طلبہ کی اقامت گاہ سمجھنا چاہیے۔[۱]

یہ وہی ملک العلما ہیں اور یہ وہی مدرسہ ہے جن کے بارے میں ایک مورخ کے الفاظ یہ ہیں:

''جس [ملک العلما] نے مدرسے کی شورش میں خانقاہ کا سکون اور خانقاہ کی خاموشی میں مدرسے کا ہنگامہ برپا کیا۔[۲]

[۱] اسلامی درس گاہیں، ص:۴۵

[۲] دیار پورب۔۔ص:۱۳۰

# تعارف ملک العلما

ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی پیدائش آٹھویں صدی ہجری کے وسط میں دولت آباد میں ہوئی۔

۸۰۱ھ میں تیمور کی تباہ کاریوں سے دہلی کے مدرسے بھی ویران اور خانقاہیں سونی ہوگئیں، دہلی کی علمی، دینی اور روحانی محفلیں اجڑ اجڑ کر جون پور، گجرات، دکن اور کشمیر وغیرہ میں جمنے لگیں، اس پر آشوب دور میں قاضی صاحب نے آنکھ کھولی اور دہلی میں نشوونما اور تعلیم پائی، مولانا خواجگی اور قاضی عبد المقتدر سے پڑھا۔

فراغت کے بعد دہلی میں تدریسی مشغلہ اختیار کیا اور ان کے درس سے کئی نامور شاگرد پیدا ہوئے، جن میں ان کے تین نواسے شیخ صفی الدین، شیخ فخر الدین اور شیخ رضی الدین مشہور ہیں۔

۸۰۱ھ میں اپنے استاذ مولانا خواجگی کے ساتھ کالپی آگئے، قاضی صاحب کو کالپی راس نہ آیا، اس لیے دیار پورب کا رخ کیا اور جون پور آ گئے۔

سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے تخت نشین ہونے کے بعد ۸۰۴ھ میں دیار پورب دار العلم والعلما، بن گیا، قاضی صاحب ان کی بیٹی، داماد شیخ نصیر الدین اور ان کے والد غزنوی بھی مع دیگر اہل خانہ کے دہلی سے جون پور آ کر مستقل آباد ہو گئے۔

جون پور میں قاضی صاحب کا زوردار شاہانہ تاریخی استقبال ہوا، محلہ خواجگی ٹولہ میں سکونت اختیار فرمائی، یہیں اپنا مکان اور مدرسہ بنوایا اور بعد وفات ۸۴۸ھ میں اسی محلے میں مسجد اٹالہ کے جنوبی دروازے پر مدفون ہوئے۔

قاضی صاحب کے جون پور آنے اور بزم تعلیم سجانے سے اور آٹھویں صدی ہجری میں اودھی علما و مشائخ کی جو علمی و روحانی روشنی دہلی کے میناروں پر ہو رہی تھی وہ نویں صدی ہجری کے شروع ہوتے ہی جون پور کی فصیلوں پر برسنے لگی۔

قاضی صاحب کو سید اشرف جہاں گیر سمنانی کچھوچھوی سے ارادت وخلافت کا شرف حاصل تھا۔

قاضی صاحب نے بھی اپنا حلقہ درس قائم کیا، اور تھوڑے دنوں میں علما ومشائخ میں آپ کی درس گاہ کی افادیت و اہمیت کا عام چرچا ہو گیا، آپ نے باقی زندگی یہیں درس وتدریس اور تصنیف و تالیف میں گزار دی، قاضی صاحب نے ابراہیم شرقی کے دور میں چالیس سال سے زیادہ علم وفن اور دین کی خدمت کی، سید اشرف جہاں گیر سمنانی نے قاضی صاحب کو خرقہ خلافت عطا کرنے کے بعد ہدایہ کا ایک خصوصی نسخہ عنایت کیا تھا، جس پر حضرت مخدوم کے حواشی تھے۔

**تصانیف:** (۱) الارشاد فی النحو (۲) بدیع البیان (۳) تفسیر بحرِ موّاج (۴) جامع الصنائع (۵) حواشی کافیہ (۶) رسالہ در تقسیم علوم (۷) رسالہ افضلیت عالم بر سیّد (۸) شرح اصول بزدوی (۹) شرح قصیدۂ بانت سعاد (۱۰) شرح قصیدۂ بردہ (۱۱) عقیدۂ شہابیہ (۱۲) فتاویٰ ابراہیم شاہی (۱۳) مصباح (۱۴) معافیہ (۱۵) مناقب السادات (۱۶) ہدایۃ السعدا۔

اولاد میں صرف ایک صاحب زادی تھیں، جن کے بطن سے تین نواسے پیدا ہوئے سب نے اپنے نانا سے تعلیم پائی اور علوم ومعارف کی میراث آگے بڑھائی۔[۱]

شیعہ نوابی دور کے بعد انگریزی عہد میں جون پور میں دو نئے اہم مدرسے قائم ہوئے۔

(۱) مدرسہ امامیہ جون پور [۶۸۔۱۲۶۷ھ] بانی شیخ امام بخش رئیس جون پور۔

(۲) مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور، بانی مولانا رحمت اللہ فرنگی محلی [متوفی ۱۳۰۵ھ]

---

[۱] مستفاد از لطائف اشرفی و دیار پورب و دیگر مصادر

جہاں مولانا فاروق چریا کوٹی شاگرد مولانا ہدایت اللہ رام پوری و استاذ مولانا شبلی نعمانی نے تدریس کا کام انجام دیا ہے، ایک زمانے میں اس مدرسے کی بڑی شہرت و اہمیت تھی، بلکہ بڑی دھوم مچی ہوئی تھی، بڑے بڑے لوگ پڑھ کر فارغ ہوئے، یہ مدرسہ اب بھی باقی ہے اور مدرسہ تعلیمی بورڈ اتر پردیش کے تحت چل رہا ہے۔

## نواب شیخ امام بخش

نواب حاجی امام بخش یا منشی امام بخش جون پور کے ایک رئیس تھے، آپ قاضی تاج الدین ناصحی ظفرآباد [متوفی ۸۳۱ھ] کی اولاد سے ہیں۔

انگریزوں کی شروع عمل داری میں غازی پور کے سر رشتہ دار تھے، اس سے بڑی نیک نامی اور دولت پیدا کی۔[۱]

بقول سید اقبال احمد جون پوری ''حاجی [امام بخش] ایک علم دوست و علم پرور، بہت خلیق، سخی و فیاض، جامع طریقت و شریعت اور علما و فقرا کا ادب و احترام کرنے والے بزرگ تھے، علم دین کی سرپرستی اور قدر دانی ان کی فطرت تھی، شاہی مسجدوں کی مرمت اور نادار طلبہ کی کفالت ان کی عادت تھی۔''[۲]

---

[۱] حیات شبلی، ص: ۴۷

[۲] تاریخ سلاطین شرقی و صوفیاے جون پور، ص: ۸۹۶

# مدرسہ حنفیہ جون پور کا قیام

حاجی امام بخش نے ۶۸۔۱۲۶۷ھ میں جون پور میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی، جس کے قیام کا بنیادی مقصد، خاندان کے نواب زادوں اور کچھ خاص معززین کے شہزادوں کو تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنا تھا، شروع میں دو ایک استاذ رکھے گئے ہوں گے، جن کی حیثیت اتالیق کی ہوتی تھی۔

شروع میں اس مدرسے کا نام مدرسے کے بانی حاجی امام بخش کے نام پر مدرسہ امام بخش یا مدرسہ امامیہ کے نام سے جانا جاتا تھا، بعد میں شیعیت سے امتیاز کے لیے اس کا نام مدرسہ حنفیہ ہوگیا۔

۱۲۷۸ھ میں حاجی امام بخش نے اپنی تمام املاک کا چوتھائی حصہ مدرسے کے نام پر وقف کر دیا، اور بقیہ جائداد اپنے بیٹے مولوی حیدر حسین صاحب وکیل ہائی کورٹ کے سپرد کر کے ہجرت کے قصد سے مکہ معظّمہ روانہ ہوئے، وہاں ایک ہی سال کے بعد ۱۲۷۹ھ میں وفات پائی۔

## مدرسہ حنفیہ کی ابتدائی پوزیشن

مدرسہ حنفیہ جون پور کو نواب حاجی منشی امام بخش مرحوم رئیس جون پور نے ۱۲۶۷ھ میں اپنی حویلی میں رئیس زادوں کی خصوصی تعلیم کے لیے قائم کیا تھا، اور اس کا سارا خرچ وہ خود برداشت کرتے تھے، اس کی صورت یہ تھی کہ نواب صاحب نے اپنی کل جائداد کا چار آنہ یعنی ایک چوتھائی حصہ مدرسہ حنفیہ کے مد میں وقف کر دیا تھا۔

۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۵ء میں نواب صاحب کے احاطے میں باضابطہ مدرسہ حنفیہ کی مستقل عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور مولانا عبد الحلیم صاحب کی درس گاہ یہیں منتقل ہوگئی۔

## مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی مدرسہ حنفیہ میں

ابتدا میں تقریباً دو سال مقامی اتالیق و استاذ کے ذریعے تدریسی کام چلا ہوگا پھر باضابطہ اور اعلیٰ پیمانے کی تعلیم کے لیے کچھ علما کے مشورے پر نواب صاحب نے لکھنؤ فرنگی محل کے مدرسہ نظامیہ کے فاضل اور یہاں کے علمی خانوادہ ملا نظام الدین سہالوی فرنگی محلی بانی درس نظامی کے انتہائی مشہور اور قابل عالم دین، مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی [۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء۔وفات ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء، مدفون حیدرآباد] بن مولانا امین اللہ بن مولوی اکبر بن مفتی احمد ابوالرحم بن مفتی محمد یعقوب بن ملا عبدالعزیز بن ملا محمد سعید بن ملا قطب الدین شہید سہالوی، کو مدرسہ حنفیہ جون پور میں بہ حیثیت مدرس اول، جون پور آنے کی دعوت دی۔آپ کی تعلیم فرنگی محل میں اپنے والد کے علاوہ مفتی ظہور اللہ، مفتی محمد یوسف، مفتی محمد اصغر اور مولانا نعمت اللہ کے پاس ہوئی تھی۔

مولانا عبد الحلیم ۱۲۶۹ھ/ ۱۸۵۳ء میں جون پور تشریف لائے اور ۱۲۷۷ھ/ ۶۱۔۱۸۶۰ء تک تقریباً آٹھ نو سال مدرسہ حنفیہ میں شاندار تدریسی خدمت انجام دی، اس سے پہلے فراغت کے بعد وطن لکھنؤ ہی میں کچھ دن رہے تھے پھر ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۴ء میں باندہ میں نواب ذوالفقار بہادر کے مدرسے میں لگ بھگ نو سال تھے، باندہ ہی سے جون پور میں مدرس ہو کر آئے۔

فرنگی محل کے بہت کم عمر مگر مشہور کثیر التصانیف مصنف اور عبقری عالم و معلم ابوالحسنات مولانا عبد الحئ فرنگی محلی [ولادت ۱۲۶۴ھ/ ۱۸۴۷ء بمقام باندہ ،وفات ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء در فرنگی محل] مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی کے قابل فخر بیٹے ہیں، وہ اپنے والد کی علمی شان کا ذکر اس انداز سے کرتے ہیں:

”میرے والد محترم [مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی] صاحب مشہور مصنف اور فیوض کثیرہ کے حامل تھے، ان کے وجود پر علماے ہند و عرب اور فضلاے عجم کو فخر تھا، دنیا کے

قابل فخر علما و فضلا ان پر اعتماد کرتے تھے اور ان کی طرف رجوع ہوتے تھے۔‘‘[۱]

خود بیٹے مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی کی کل تعلیم [علاوہ ریاضی و حفظ] مدرسہ حنفیہ میں مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی کے پاس ہوئی، انھوں نے صرف ونحو، ادب و بلاغت، فقہ و حدیث، اصول حدیث، تفسیر، اصول تفسیر، حکمت و فلسفہ، منطق و طب کی تمام کتابیں اپنے باکمال پدر بزرگوار سے پڑھیں، صرف ریاضی و حساب مولانا نعمت اللہ فرنگی محلی اور مولانا خادم حسین مظفر پوری سے پڑھا۔

مولانا عبدالحیؒ اپنے والد کے قیام جون پور اور اپنی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’جب میری عمر صرف پانچ سال کی تھی اور میں پارۂ عم بھی ختم نہیں کر پایا تھا کہ میرے والد نے والدہ سمیت جون پور کا سفر کیا، وہاں میں نے حافظ ابراہیم سے قرآن کا حفظ کیا، اسی کے ساتھ والد محترم بھی میری تعلیم پر توجہ دیتے رہے، یہاں تک کہ جب میری عمر دس سال کی ہوئی تو میں حافظ قرآن ہو گیا، اور جون پور کی جامع مسجد میں سب سے پہلی مرتبہ تراویح کی نماز پڑھائی، والد محترم جون پور میں امام بخش مرحوم کے مدرسے میں تدریسی فرائض انجام دیتے تھے، چنانچہ میں نے بھی ان کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا، اور نصاب کی تقریباً تمام کتابیں انھیں سے پڑھیں۔[۲]

مولانا عبدالحلیم زندگی بھر تدریس و تصنیف کے ذریعہ دین اور علم دین کی خدمت میں مشغول رہے، جون پور کے بعد حیدرآباد میں بساط تدریس بچھائی۔

۱۲۷۷ھ/۶۱-۱۸۶۰ء میں حیدرآباد میں سالار جنگ سید تراب علی مدار المہام نے مدرسہ نظامیہ کا مدرس اعلیٰ مقرر کیا، ۱۲۹۷ھ/۱۸۶۲ء میں اہل و عیال کے ساتھ حج

[۱] علماے فرنگی محل حیات و خدمات، ص:۲۲۵

[۲] ایضاً، ص:۳۲۵

وزیارت کا شرف حاصل کیا، اور مکہ میں مولانا محمد جمال حنفی اور شیخ زینی دحلان شافعی سے اجازت وسند حدیث و دیگر علوم وفنون حاصل کر کے ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۳ء میں مدینہ شریف میں شیخ الدلائل علی مدنی سے دلائل الخیرات کی سند اور مولانا محمد بن محمد ایوب شافعی مدرس حرم نبوی سے سند حدیث وتفسیر وغیرہ اور دیگر علما و مشائخ سے اجازات و فیوض پا کر اوائل جمادی الاولی ۱۲۸۰ھ میں حیدرآباد واپس آئے اور یہاں نظام کی حکومت وعدالت کے انصرام میں مصروف ہوئے۔

۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء میں لکھنؤ آکر بیٹے مولانا عبد الحئیٔ کی شادی کی، پھر ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۶ء میں حیدرآباد کا سفر کیا جو سفر آخرت ثابت ہوا، وہیں صفر ۱۲۸۵ھ/ جون ۱۸۶۸ء میں سل و دق کے عارضے میں مبتلا ہوئے، مولف تذکرہ علمائے فرنگی محل مفتی عنایت اللہ انصاری فرنگی محلی کے بقول کسی مخالف کا سحر بھی باطن میں کام کر رہا تھا، یہاں تک کہ ۲۹ رشعبان ۱۲۸۵ھ/ ۱۴ / دسمبر ۱۸۶۸ء دوشنبہ کے دن صبح کے وقت حیدرآباد میں وفات پائی وہیں شاہ یوسف قادری کے پائیں مدفون ہوئے۔

مرض وصال سے کچھ دن قبل صاحب زادہ مولانا عبد الحئیٔ کو وصیت کی، اجازت حدیث عطا فرمائی اور سلسلۂ قادریہ رزاقیہ میں مرید کیا۔ تصانیف کی تعداد ۳۴ ہے، جو حواشی کے علاوہ ہے۔

مدرسہ حنفیہ جون پور میں مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی کی آمد سے تعلیمی شہرت بہت جلد اور دور دور تک پھیل گئی اور بکثرت باہر سے ذہین باذوق طلبہ آنے لگے، اور چند سالوں میں شخصی قسم کے اس مدرسے میں طلبہ کی تعداد ۱۰۰ تک پہنچ گئی۔

آٹھ نو سال کی مدت تدریسِ جون پور میں سیکڑوں طلبہ نے آپ سے علمی استفادہ کیا، اور بہتوں نے علوم وفنون کی تکمیل بھی کی۔ کافی تلاش وجستجو کے بعد مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی کے کچھ نامور تلامذہ کے نام سامنے آئے ہیں:

(۱)مولانا عبدالحئ فرنگی محلی صاحب زادہ، شروع سے اخیر تک مکمل تعلیم مدرسہ حنفیہ میں پائی۔

(۲) مولانا عبدالعلیم آسی سکندر پوری ثم غازی پوری [ولادت ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۴ء، وفات ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء] ۱۲۶۸ھ میں مدرسہ حنفیہ میں پڑھنے گئے۔

(۳)مولانا وکیل احمد سکندر پوری [ولادت ۱۲۵۸ھ/ ۱۸۴۲ء وفات ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء] سن فراغت ۱۲۷۶ھ ہے۔

## مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی کے دو اہم تلامذہ

### [۱] علامہ عبدالعلیم آسیؔ

نام محمد عبدالعلیم، آسی تخلص، تاریخی نام جو والد نے رکھا خلیل اشرف ہے اور دوسرا تاریخی نام ظہور الحق ہے، آپ ۱۹/شعبان ۱۲۵۰ھ/ ۲۰/دسمبر ۱۸۳۴ء کو سکندر پور ضلع بلیا صوبہ اتر پردیش میں شیوخ انصار کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔

۲/جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ/ ۲۴/فروری ۱۹۱۷ء کو غازی پور میں وصال فرمایا اور وہیں محلہ نور الدین پورہ میں مدفون ہوئے۔

والد ماجد قطب العارفین شیخ قنبر حسین قُدِّس سرُّہٗ نسباً سلسلہ جدّی سے انصاری تھے، جب کہ آپ کے اجداد کے جدِّ مادری بندگی شیخ مبارک قدس سرہ تھے، جو حضرت مظفر بلخی کی اولاد سے تھے، جن کا نسب حضرت فاروق اعظم سے جاملتا ہے، اور عدن سے سکندر پور آئے، جن کا مزار سکندر پور میں ہے۔

حضرت آسی کی شادی محلہ نور الدین پور، غازی پور میں منشی راحت علی صاحب کی بڑی صاحب زادی سے ہوئی، اولادیں کئی ہوئیں، مگر سنِ بلوغ کو صرف بڑی صاحب زادی پہنچیں۔

**تعلیم:** چوں کہ والدہ ماجدہ بہت کم سنی میں انتقال کر گئی تھیں، اس لیے دس گیارہ سال تک برابر اپنی ننہال موضع قاضی پورہ ضلع آرہ میں رہے، اپنی والدہ کے دادا مفتی احسان علی قدس سرہ سے فارسی کی کتابیں پڑھیں، ۱۲۶۸ھ/ ۵۲۔۱۹۵۱ء میں کچھ عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھ کر جون پور تشریف لائے اور چوں کہ آستانۂ رشیدی، جون پور، والد ماجد شیخ قنبر حسین کے پیر قیام الحق شاہ امیر الدین، سجادہ نشین ۵ خانقاہ رشیدیہ، جون پور، وفات ۱۲۶۵ھ کا آستانہ ہے، یہیں قیام کیا اور خانقاہ رشیدیہ کے مدرسہ رشیدیہ میں حضرت قطب الہند شاہ غلام معین الدین قدس سرہ سجادہ نشین ۶ خانقاہ رشیدیہ جون پور سے پڑھنے لگے۔

## مدرسہ رشیدیہ میں

بقول شہود الحق حضرت سید شاہد علی فانی [ سبز پوش ] گورکھ پوری سجادہ نشین ۹ خانقاہ رشیدیہ، جون پور، ابتدائی کتابیں تو حضرت نے دوسروں کو پڑھتے ہوئے سن کر یاد کر لی تھیں، سترہ اٹھارہ برس کی عمر سے پچاس برس کی عمر تک آپ اپنے پیر و مرشد [ حضرت قطب الہند شاہ غلام معین الدین سجادہ نشین ] کے ہم راہ رہے اور ان سے خانقاہ رشیدیہ میں شریعت وطریقت کی تعلیم حاصل کی، حضرت قطب الہند کے دست حق پرست پر سلسلہ قادریہ احمدیہ میں بیعت وارادت سے مشرف ہوئے، اور خلافت پائی۔

## مدرسہ حنفیہ میں

آپ کی تعلیم مدرسہ رشیدیہ جون پور میں میر قطبی تک پہنچی تھی کہ جون پور میں ہی مدرسہ حنفیہ کی بِنا قائم ہوئی، یعنی منشی امام بخش مرحوم نے اپنی جائداد میں سے چار آنہ وقف کیا اور اس وقف کی مد سے عربی کا ایک مدرسہ کھولا، مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی ۱۲۶۹ھ/ ۱۸۵۳ء میں سو روپئے مشاہرے پر بلائے گئے، نئے مدرسے کا شور سن کر اِدھر اُدھر سے طلبہ پہنچے اور بڑے زور وشور کی پڑھائی ہونے لگی، آپ [ حضرت آسی ] کو بھی دیکھا دیکھی مولانا [ عبد الحلیم فرنگی محلی ] سے پڑھنے کا شوق پیدا ہوا مگر جو کتاب آپ پڑھتے تھے وہاں ہوتی نہ تھی، آپ نے ترکیب یہ نکالی کہ ملا جلا کے پڑھنے والوں کے ساتھ بیٹھ کر سماعت فرمانے لگے، کئی روز کے بعد ایک دن مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی نے اجنبی آدمی دیکھ کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ کیا پڑھتے ہو؟ آپ نے اپنا نام بتایا اور قطبی کا نام لیا، مولانا نے فرمایا کہ قطبی پڑھتے ہو، اور ملا حسن چھوڑ کر ملاّ جلال سنتے ہو، کچھ سمجھتے بھی ہو؟ آپ نے فرمایا کہ سبق کے متعلق آپ پوچھ لیں، مولانا نے مطلب پوچھا، آپ نے نہایت شرح وبسط کے ساتھ تقریر کی، مولانا بہت خوش ہوئے اور ملا حسن کا سبق اپنے یہاں مقرر فرمایا، جب سے برابر مولانا سے پڑھتے رہے۔

آپ کی ذہانت پر مولانا بھی مٹے ہوئے تھے، حتی کہ معقول و منقول کی ساری [بیشتر] کتابیں مولانا فرنگی محلی ہی سے ختم کیں، آپ کی طالب علمی کا زمانہ بہت مشہور ہے۔۔۔مولانا فرنگی محلی کو بھی آپ کی ذکاوت پر ناز اور شاگردی پر فخر تھا، اس زمانے میں بڑے بڑے منتہی طلبہ آپ سے شوقیہ پڑھتے تھے۔[۱]

## ذہانت وانہماک

حضرت آسی فرماتے تھے کہ:

''میں نے کوئی کتاب نصف صفحہ اور ایک صفحہ سے زیادہ استاذ سے نہیں پڑھی، نصف سطر یا ایک سطر کا مطالعہ فرمایا کرتے تھے، اس میں رات کی رات گزر جاتی تھی، ایک بار محلہ میں کسی حلوائی کی دوکان پر مطالعہ کے لیے کتاب لے کر بیٹھ گئے، اس سڑک سے ایک دھوم دھام کی بارات گزر گئی اور خبر نہ ہوئی، فجر کی اذان پر چونکے کہ صبح ہوگئی۔''

نصف سطر اور ایک سطر کے سبق میں چھ سات گھنٹے صرف ہوتے تھے، استاذ اور شاگرد دونوں پسینہ پسینہ ہوجاتے تھے، نصف صفحہ، ایک صفحہ کے بعد مولوی عبدالحلیم صاحب قدس سرہ کتاب بند کرا دیتے اور فرماتے کہ ''اب کتاب ختم ہوگئی، دوسروں کو پڑھاؤ'' مگر حضرت خود کتاب مطالعہ کر کے ختم کر لیتے۔۔۔

مولوی وکیل احمد صاحب سکندر پوری بھی جو حضرت کے چچازاد بھائی تھے اور حیدر آباد میں جج تھے، مولوی عبدالحلیم صاحب سے پڑھتے تھے، حضرت آسی کوئی اعتراض کیا کرتے تھے، تو مولوی عبدالحلیم صاحب غور وفکر کے بعد اس کا شافی جواب دے دیتے تھے، مگر حضرت جب ڈوب کر کوئی اعتراض کرتے تھے تو مولوی عبدالحلیم صاحب دو۔دو ہفتہ غور وفکر کے بعد کوئی کمزور سا جواب دیتے تو حضرت فرماتے کہ: ''حضرت آپ استاذ ہیں، کہیے تو مان لوں، مگر میرے اعتراض کا جواب نہیں ہوا''

---

[۱] تذکرہ مشائخ قادریہ معروف بہ سمات الاخیار، ص:۱۸۸، مولانا عبدالمجید، کاتب

مولوی عبدالحلیم صاحب فرماتے کہ:

''کہتے تو صحیح ہو، جواب تو نہیں ہوا، اب تم خود اپنے اعتراض کا جواب دو''

اس کے بعد حضرت خود اپنے اعتراض کا جواب دیتے، تو مولوی عبدالحلیم صاحب خوشی سے پھولے نہ سماتے۔[۱]

جب مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی ۱۲۷۷ھ/۶۱-۱۸۶۰ء میں مدرسہ حنفیہ جون پور چھوڑ کر لکھنؤ چلے گئے اور ان کی جگہ ان کے خاندانی چچا اور استاذ مولانا مفتی محمد یوسف صاحب مدرسہ حنفیہ، مدرس بن کر آئے، تو حضرت آسی نے ان سے بھی اکتساب علم کیا۔

حضرت فانی گورکھ پوری لکھتے ہیں:

حضرت مفتی محمد یوسف صاحب تشریف لائے تو حضرت (آسی) ہدایہ پڑھنے کے لیے مفتی صاحب کے پاس تشریف لے گئے، مفتی صاحب نے فرمایا کہ:

''فقیر کا معمول ''شمس بازغہ'' کے بعد ''ہدایہ'' پڑھانے کا ہے''۔

حضرت (آسی) نے فرمایا کہ ''میں شمس بازغہ پڑھ چکا ہوں، میں تین سطروں کا مطالعہ کر کے آیا ہوں، میں نے جو باتیں ان تین سطروں میں پیدا کی ہیں، ان کو سن لیجیے''

حضرت (آسی) نے تین گھنٹے تک ان تین سطروں پر تقریر کی، مفتی صاحب دم بخود سنتے رہے، جب حضرت تقریر ختم کر چکے تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ ''صاحب زادے میں آپ کی ذہانت کی تعریف مولوی عبدالحلیم صاحب سے سن چکا ہوں، جب شاگرد کی تلاش تھی تو کوئی ملا نہیں، اب ضعیف ہو چکا ہوں، آپ کے پڑھانے کے لائق نہیں رہا، اور آپ کو اِس کی حاجت بھی نہیں ہے، خود کتاب دیکھ جایئے اور دوسروں کو پڑھایئے، اگر کہیں شبہ واقع ہو تو پوچھ لیجیے گا''[۲]

---

[۱] مضمون حضرت آسی: احوال وکوائف از حضرت فانی گورکھ پوری، مشمولہ دیوان آسی، ص:۸۰

[۲] ایضاً

## تصانیف:

آپ جب تک درس دیتے رہے، اس وقت تک معمول تھا کہ جس کو پڑھاتے تھے، اس کو لکھ کر پڑھاتے تھے، آخر تک پہنچتے پہنچتے خاصا ایک رسالہ تیار ہو جاتا تھا، اور اس رسالے کا نام اسی پڑھنے والے طالب علم کے نام پر رکھ دیا کرتے تھے، چنانچہ شاہ سید سراج الدین صاحب [سجادہ نشین ے خانقاہ رشیدیہ، جون پور] کو جب صَرف پڑھاتے تھے تو اس رسالے کا نام ''سراج الصرف'' رکھا، جب قاضی محمد صدیق مرحوم ساکن سکندر پور نحو پڑھتے تھے، تو اس رسالے کا نام ''فوائد صدیقیہ'' رکھ دیا اور جب مولوی گوہر ساکن پھلواری شریف منطق پڑھتے تھے تو اس کا نام ''فوائد جوہریہ'' تجویز کیا، جس کی عبارت بعینہٖ شرح تہذیب کی سی ہے، اسی طرح اکثر حواشی وشروح لکھے، مگر اشاعت نہ ہونے کی وجہ سے کسی کو معلوم نہیں، چوں کہ آپ کو شہرت سے نفرت تھی اور گم نامی زیادہ پسند تھی، اسی وجہ سے تصانیف چھپ نہ سکیں اور نہ آپ کا کلام حیات میں شائع ہو سکا۔[۱]

## شعر و شاعری

پہلے عاصی تخلص فرماتے تھے، پھر بعد کو آسی کر دیا، شاعری میں حضرت شاہ غلام اعظم صاحب افضلؔ الٰہ آبادی کے شاگرد تھے، جو ناسخ لکھنوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، بلند پایہ صاحب دیوان صوفی شاعر ہیں۔

شاعری کی طرف طبیعت کا میلان بچپن سے تھا، جون پور قیام کے دوران کچھ شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔

شیخ امام ناسخ نے زبان کی صفائی اور شستگی میں سعی بلیغ فرمائی اور متروکات کے چند قواعد منضبط کر کے شاگردوں کو بتا دیا اور عمل در آمد کرایا، حضرت آسی نے قواعد ناسخؔ پر اکتفا ہی نہیں کیا، بلکہ میر علی اوسط رشکؔ کے اضافے بھی اپنے اوپر لازم کر لیے، آپ نے پابند

---

[۱]۔تذکرہ مشائخ قادریہ،ص:۱۷۹

ہوکران کو جاری ہی نہیں کیا، بلکہ ان متروکات پر کچھ اضافہ بھی کیا۔

حضرت آسیؔ کا کلام مجاز کے پردے میں حقیقت کا جلوہ دکھاتا ہے، اور تصوف میں ڈوبا ہوا ہے، وحدۃ الوجود کے مسئلے کو بڑی صفائی اور خوبی سے بیان کیا ہے، آپ کا کلام بظاہر رند کا کلام لگتا ہے، لیکن ہر مجاز میں ایک حقیقت پوشیدہ ہے، اور یہی حضرت آسی کا مقصود ہے، خود فرماتے ہیں ؎

اگر بیان حقیقت نہ ہو مجاز کے ساتھ

تو شعر لغو ہے آسیؔ کلام ناکارا

آپ کا دیوان ''عین المعارف'' کے نام سے حضرت سید شاہ علی فانی گورکھ پوری سجادہ نشین ۹ خانقاہ رشیدیہ جون پور نے چھپوادیا ہے۔

## مسند سجادگی پر

حضرت علامہ شاہ عبد العلیم آسی ۱۳۱۴ھ میں خانقاہ رشیدیہ، جون پور کے آٹھویں سجادہ نشین ہوئے۔

۱۳۱۴ھ تا وفات ۱۳۳۵ھ اکیس سال مدت سجادگی ہے، آپ سے پہلے آپ کے شاگرد شاہ سراج الدین بن حکیم قاضی شاہ محمد ناصر نظام آباد، اعظم گڑھ خانقاہ رشیدیہ کے سجادہ نشین ۷ رہے۔

آپ کے بعد آپ کے مرید و خلیفہ شہود الحق سید شاہ شاہد علی سبز پوش فانی گورکھ پوری [متوفی ۱۳۷۱ھ] ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء میں خانقاہ رشیدیہ جون پور کی مسند سجادگی کی زینت بنے، پیرو مرشد حضرت آسی نے خرقہ پوشی کر کے منصب سجادگی عطا فرمایا اور خانقاہ رشیدیہ جون پور کا نواں سجادہ نشین مقرر کیا۔

## [۲] مولانا وکیل احمد سکندر پوری

۹/ ذی الحجہ ۱۲۵۸ھ/ ۱۸۴۲ء سکندر پور ضلع بلیا میں پیدا ہوئے، حضرت علامہ شاہ عبد العلیم آسیؔ کے چچازاد بھائی ہیں، پرورش اور ابتدائی تعلیم وطن سکندر پور میں ہوئی۔

### مدرسہ حنفیہ میں

اعلیٰ تعلیم کے لیے علامہ عبد الحلیم فرنگی محلی [متوفی ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء] کا شہرہ سن کر مدرسہ حنفیہ، جون پور پہنچے، اس وقت یہ مدرسہ طالبان علوم نبویہ کا مرکز بنا ہوا تھا، مولانا سکندر پوری اس مدرسے کے مایہ ناز طالب علم اور اپنے استاذ کے شاگرد بنے، مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی سے درسیات کی تعلیم مکمل کر کے انیس سال کی عمر میں ۱۲۷۶ھ میں فارغ ہوئے۔

آپ بڑے درجے کے عالم تھے، آپ کے استاذ زادہ مولانا عبد الحیٔ فرنگی محلی نے مولانا [وکیل احمد سکندر پوری] کو اپنے والد مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی کے ذہین ترین شاگردوں میں ذکر کیا ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں:

مولانا سکندر پوری، حضرت مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی کے ارشد تلامذہ میں اور استفادہ کرنے والوں میں افضل، ذہین اور روشن طبیعت کے مالک عقلی ونقلی علوم اور علمی و عملی کمالات کے جامع شخص تھے۔ ۱۲۸۳ھ میں حیدر آباد چلے گئے اور سرکار آصفیہ میں ملازم ہو گئے، اخیر میں ریاست کے جج ہوئے۔

### بیعت وارادت

سلسلۂ نقش بندیہ کے مشہور عالم مولانا میر اشرف علی بن مولوی میر سلطان علی صاحب کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، سلسلے کی خوب اشاعت کی، صوفی مشرب تھے، وہابی عقائد اور غیر مقلدین پر خوب حملے کیے اور ان کا علمی رد کیا، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے خصوصی تعلقات تھے، تعلیم نسواں کے جواز کے قائل تھے۔

## تصانیف

چھوٹی بڑی تقریباً ایک سو کتابیں لکھیں، اختلافی تحریروں میں بھی ادبی چاشنی موجود ہے، کچھ کتابوں کے نام پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

(۱) نصرۃ المجتہدین بردھفوات غیر المقلدین (۲) تنقیح البیان بجواز تعلیم النسوان (۳) انوار احمدیہ (۴) ہدیہ مجیدیہ (۵) الکلام المنجی برد ایرادات البرزنجی (۶) دیوان حنفی (۷) معیار الصرف (۸) اخبار نجات (۹) وسیلہ جلیلہ (۱۰) تنبیہ مخالفین (۱۱) نقل مجلس (۱۲) تشئید المبانی (۱۳) مکاتبہ (۱۴) حد العرفان (۱۵) معین الطالبین (۱۶) صیانۃ الایمان (۱۷) ارشاد العنو دالی طریق ادب عمل المولود (۱۸) سجیہ رضیّہ (۱۹) اعتماد بخطاء اجتھاد (۲۰) اصباح الحق الصریح (۲۱) ارشاد المرغاد الی مسلک حجۃ الاخبار الآحاد (۲۲) تقریر دل پذیر (۲۳) مُحَدِّد لجہات المجدّد (۲۴) افادۃ علی جرح العبادۃ (۲۵) عقد الدُّرَر (۲۶) دافع الشقاق (۲۷) تبصرہ (۲۸) ابطال الاباطیل (۲۹) لذت الوصال (۳۰) آئینہ چینی ترجمہ تاریخ یمینی (۳۱) یاقوت ربانی شرح مقامات بدیع الزماں ہمدانی (۳۲) رسالہ اذان (۳۳) یاقوتی ماقوتی [طب] (۳۴) تذکرۃ اللبیب فیما یتعلق بالطب و الطبیب [طب فارسی] (۳۵) ازالۃ المحن عن اکسیر البدن [طب فارسی] (۳۶) دافع البلاء [فارسی]۔

## استاذ کی نظر میں

انتہائی ذہین تھے، ایک مرتبہ جو مسئلہ دیکھ لیتے ہمیشہ حاضر دماغ رہتا، اساتذہ بھی ذہانت کے مداح اور قدرداں تھے، چنانچہ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی نے اپنے اسی محبوب شاگرد کے لیے ملّا جیون امیٹھوی [متوفی ۱۱۱۳ھ/۱۷۱۷ء] کی اصول فقہ میں درس نظامی کی مشہور کتاب ''نورالانوار شرح منار'' پر ۱۲۷۶ھ میں بے مثال حاشیہ بنام قمرالاقمار لکھا، آغاز میں فرماتے ہیں:

”عند قراء ۃ الفطین الامجد المولوی وکیل احمد من سُکان سکندرفور صانہ اللّٰہ عن الشرور ذٰلک الشرح عَلَیَّ و تَرَدّدَاِلَیَّ۔

ترجمہ: نورالانوار شرح منار کا یہ حاشیہ قمرالاقمار میں نے اس وقت لکھا، جب ذہین فطین اور صاحب مجد وشرف مولوی وکیل احمد سکندر پوری مجھ سے یہ شرح یعنی نورالانوار شرح منار پڑھتے تھے۔

۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء میں حیدرآباد میں انتقال فرمایا اور یہیں مدفون ہوئے۔[۱]

[۱] مستفاد، علما و مشائخ سکندر پور، از ص: ۶۲ تا ۲۷، از مولانا عبدالغفار مصباحی

# مدرسہ حنفیہ کے کچھ دیگر مشاہیر اساتذہ

## (۱) مفتی محمد یوسف فرنگی محلی

جب مولانا عبد الحلیم ۱۲۷۷ھ میں حیدر آباد چلے گئے تو ان کی جگہ پر مفتی محمد یوسف فرنگی محلی [متوفی ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء] جو مولانا عبد الحلیم کے استاذ تھے، مدرسہ (حنفیہ) میں آئے۔

موصوف کے زمانے میں مدرسہ کی دھوم دھام دور دور تک پہنچی اور لائق و مستعد طلبہ کا ہجوم ہوا، اِن ہی میں مولانا فاروق صاحب چریا کوٹی ہیں، جنھوں نے مفتی صاحب سے علوم و فنون کے سبق لیے اور مشہور روزگار ہوئے، مفتی صاحب نے چند روز کے بعد حجاز کا سفر کیا اور وہیں ۱۲۸۶ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔[۱]

## (۲) مولانا پنجابی

۱۲۷۷ھ میں مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی کے حنفیہ سے چلے جانے کے بعد جون پور علاقے کے ایک عالم مولانا پنجابی کا بھی تقرر ہوا تھا، مولانا پنجابی نے ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۹ء تک تعلیمی خدمات انجام دی۔

## (۳) مولانا ہدایت اللہ رام پوری

۱۲۸۶ھ/۱۸۷۰ء میں مولانا ہدایت اللہ رام پوری [م ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء] مدرسہ حنفیہ کے مدرس اول اور مہتمم ہوئے، جنھوں نے تا وفات [۱۹۰۸ء تک] چالیس سال تعلیمی و انتظامی خدمت انجام دی اور وہیں رشید آباد قبرستان میں مدفون ہیں۔

---

[۱] حیات شبلی، ص: ۴۸

## (۵) مولانا قائم عبد القیوم فرنگی محلی

مولانا ہدایت اللہ رام پوری کے بعد ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء میں مولانا محمد قائم عبدالقیوم فرنگی محلی مدرسہ حنفیہ میں تدریس کے لیے آئے اور چالیس سال تک یہاں درس وتدریس کا کام کیا ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کی تباہ حالی کی وجہ سے اور بینائی کمزور ہونے کے سبب حنفیہ چھوڑ کر لکھنؤ چلے گئے۔

آپ نے مدتوں اٹالہ مسجد میں نماز جمعہ کی امامت بھی کی ہے۔

## (۶) شمس العلما

پھر ۹/سال سے زیادہ سالوں تک مدرسہ حنفیہ بند رہا، تقریباً ایک دہائی بعد ۱۹۵۷ء میں شمس العلما مولانا قاضی احمد شمس الدین جعفری رضوی، مصنف ''قانونِ شریعت''، تلمیذ حضرت صدر الشریعہ علیہما الرحمہ مدرسہ حنفیہ میں مدرس بن کر آئے اور تقریباً چار سال مسند تدریس کو زینت بخش کر ۱۹۶۰ء میں یہاں سے دوبارہ منظر حق ٹانڈہ چلے گئے۔

اب مدرسہ حنفیہ ایک بار پھر پورے طور پر بند ہو گیا، وجہ مالی خستہ حالی تھی جس کے سبب مدرسین کو تنخواہ کیا، ضرورت بھر خرچ بھی نہیں مل پا تا تھا۔

شہر کی سنیت تباہ ہو گئی، خانقاہ رشیدیہ کی مسجد کے سوا سب مساجد پر بد مذہب وہابیوں کا قبضہ ہو گیا۔

## (۶) ہشام میاں

شمس العلما کے بعد ۱۹۶۱ء تا ۱۹۸۳ء بائیس سال جون پور میں سناٹا رہا، شمس العلما ۱۹۸۱ء میں بنارس میں انتقال فرما گئے، جون پور میں چالیسویں کی مجلس میں علما اور خواص میں ایک بار احساس جاگا، نواب خاندان کے افراد اور غلام یٰسٓ رشیدی کے اصرار پر شمس العلما کے صاحب زادے مولانا محی الدین ہشام جعفری کو لانے کا منصوبہ بنا، آپ

اس وقت بھدوہی میں تھے، وعدے کے مطابق آپ نے بھدوہی سے ہی نگرانی کر کے مدرسہ حنفیہ کو پھر سے زندہ کرنے کی کوشش کی۔

پھر ۱۹۸۵ء میں ایک معاہدے کے تحت تعلیم و انتظام کے بہت سے اختیارات لے کر بہ حیثیت صدر المدرسین مدرسہ حنفیہ تشریف لائے اور جدو جہد شروع کی۔

حنفیہ کے ساتھ شہر اور علاقے کی بے سہارا سنیت کو بھی سنبھالا دیا، مقبوضہ مساجد سے بدمذہبوں کے قبضے ہٹوائے، بہت مساجد پر پھر سے اپنا قبضہ ہوا۔

علاقے میں نئے مکاتب و مدارس کا قیام عمل میں آیا، نئی مسجدیں تعمیر ہوئیں اور سنّیت میں پھر سے جان آ گئی، آپ نے حنفیہ کی تعلیمی و تعمیری ترقی کی طرف خاص توجہ دی، تعلیمی عملہ بڑھا، تعداد طلبہ زیادہ سے زیادہ ہونے لگی، پھر مدرسے کا الحاق ہوا، پھر مدرسہ ایڈلسٹ پر آیا، تعلیم دورۂ حدیث تک پہنچ گئی۔

اور بھدوہی کے ایک اہل خیر اور دیگر حضرات کی قربانی سے ہدیے کی رقم سے نہ کہ زکوٰۃ فطرے کی رقم سے ساٹھ کمروں پر مشتمل دو منزلہ نئی شاندار عمارت تعمیر ہوئی، جس کی سن تاسیس ۱۹۹۲ء ہے اور دار الافتا بھی قائم ہوا۔

# جون پور میں تعلیمی ترقی اور قیام مدارس کے اہم زمانے اور شخصیات

شیراز ہند جون پور اپنے قیام از ۷۷۲ھ تا وصال استاذ العلما مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء ساڑھے پانچ سو سالہ دورانیے میں تعلیمی اعتبار سے کئی بار نشیب وفراز سے گزرا اور کئی مرتبہ عروج وارتقا اور زوال وانحطاط سے دوچار ہوتا رہا ہے۔

(۱) **تغلقی دور** [از ۷۷۲ھ تا ۷۹۶ھ] میں قیام مدارس، تعلیمی ترقی اور طویل تدریسی اور علمی ودینی خدمات کے اعتبار سے مولانا علاء الدین دہلوی کا دس سالہ زمانہ تدریس۔

(۲) **مشرقی دور** [از ۷۹۶ تا ۸۸۱ھ] میں ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی کا چالیس سالہ تدریسی زمانہ۔

(۳) **مغل دور** [از ۹۳۲ھ تا ۱۱۳۰ھ] میں عالم گیر اورنگ زیب کا [۱۰۶۸ھ تا ۱۱۱۸ھ] پچاس سالہ تعلیمی سرپرستی اور کثرت مدارس کا زمانہ، اس عہد میں جون پور اور نواح میں ایک سو قدیم وجدید مدرسے کام کررہے تھے۔

(۴) **شیعہ نوابی دور** [از ۱۱۳۶ھ تا ۱۲۷۶ھ] کے بعد مولانا ہدایت اللہ رام پوری مہتمم وصدر المدرسین مدرسہ حنفیہ جون پور کا [از ۱۲۸۶ھ تا ۱۳۲۶ھ] چالیس سالہ تدریسی زمانہ خاص طور سے زیادہ اہم اور قابل ذکر وتحسین ہے۔

# دبستان فرنگی محل سے دبستان خیرآباد تک

غیر منقسم ہندوستان میں گیارہویں صدی ہجری کے بعد علم بالخصوص معقولات کی تعلیم وتدریس کے اکثر سلسلے ملّا نظام الدین فرنگی محلی [وفات ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء] کے واسطے سے آگے بڑھتے ہیں۔

ملّا نظام الدین کے چالیس سالہ دور تدریس [۱۰۸۵ھ تا ۱۱۲۶ھ] کا علمی فیضان ان کے تلامذہ میں خاص طور سے ان کے صاحب زادے بحر العلوم ملّا عبد العلی فرنگی محلی [وفات ۱۲۲۵ھ ۱۸۱۰ء] کے ذریعے زیادہ آگے بڑھا۔

ملا نظام الدین فرنگی محلی کے دو اور باکمال تلامذہ (۱) ملّا کمال الدین سہالوی فرنگی محلی [وفات ۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء] (۲) مصنف کتاب حمد اللہ ملّا حمد اللہ سندیلوی [وفات ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء] نے بھی اس سلسلے کو آگے بڑھایا، ان دونوں سے ملّا اعلم سندیلوی [وفات ۱۱۹۸ھ/ ۱۷۸۳ء] نے اخذ علم کیا۔

بقول سید سلیمان ندوی: فضل وکمال کا یہی وہ نخل بارآور ہے، جس سے خیرآباد کی وہ شاخ نکلی ہے، جو پھیل کر خود ایک مستقل سلسلہ بن گئی اور جو سلسلہ خیرآباد کے نام سے مشہور ہے۔[۱]

ملّا اعلم سندیلوی کے تلامذہ میں مولانا عبد الواجد خیرآبادی (بھانجے) اور بقول بعض ملّا اَعلَم سے ملّا ارشد نے اور ان کے شاگرد مولانا عبد الواجد خیرآبادی نے اور ان سے ملّا نظام العالم، اور ان سے مولانا فضل امام خیرآبادی [متوفی ۱۲۴۳ھ] نے پڑھا، اور دبستان خیرآباد کی بناڈالی۔

---

[۱] حیات شبلی، ص: ۲۲

ان کے بعد ان کے بیٹے ،لائق شاگرد اور سچے علمی وارث ،مجاہد آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی نے ان کی علمی جانشینی سنبھالی،جن کی تعلیمی مساعی اور علمی فیضان سے منطق وفلسفہ اورحکمت وکلام کا ایک مستقل دبستانِ علم وفکر وجود میں آیا،معقولات میں نئی روح پیدا ہوئی،متاخرین کے قدیم معقولی شروح وحواشی داخل درس ہوئے،معقولات کی نئی نئی کتابیں اورشروح وحواشی لکھنے کا نیا سلسلہ شروع ہوا۔

سید سلیمان ندوی،علامہ فضل حق خیرآبادی کی تدریسی خدمات اورتعلیمی فیضان پر ان الفاظ میں روشنی ڈالتے ہیں:

مولانا فضل حق خیرآبادی کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ نے سارے ملک میں پھیل کر علوم معقول کو بڑی رونق دی اور وہ بڑے باکمال مدرس ثابت ہوئے،ان بزرگوں میں سے تین ارباب کمال کی درس گاہوں کو خاص شہرت حاصل ہوئی،(۱) مولانا عبدالحق خیرآبادی خلف الصدق مولانا فضل حق خیرآبادی (۲) مولانا برکات احمد بہاری ٹونکی (۳)مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری،جون پوری۔۔

مولانا ہدایت اللہ خاں ۱۲۸۶ھ/۱۸۷۰ء میں رام پور سے جون پور آئے ،اور مدرسہ شیخ امام بخش میں علم وفضل کی مجلس آراستہ کی۔۔[۱]

انہی مولوی حیدر حسین کے فرزند وجانشین نواب مولوی عبدالمجید بیرسٹر موحوم تھے، اوران کے صاحب زادے مولوی سرمحمد یوسف ہیں،مولوی حیدر حسین خاں نے اپنے والد کی وفات کے چودہ برس بعد ۱۲۹۲ھ میں انتقال کیا،مولوی حیدر حسین صاحب کے زمانے میں پانچ سوروپے ماہانہ مدرسے کے مصارف کے لیے دیے جاتے تھے،اس وقت دو مدرس تھے اورسو کے قریب طالب علم پڑھتے تھے۔[۲]

---

[۱] حیات شبلی،ص:۲۳

[۲] حیات شبلی،ص:۴۸۔۴۷بحوالہ ریاض جون پور،ص:۵۰

# ملا نظام الدین فرنگی محلی

سہالی میں ملا قطب الدین سہالوی کی شہادت ۱۱۰۳ھ/ ۱۶۹۲ء کے بعد عالم گیر اورنگ زیب نے ان کی اولاد کو لکھنؤ میں شاہی مقبوضات میں سے ایک بڑا امکان مرحمت کیا، جس میں کبھی ایک فرنگی سوداگر رہا کرتا تھا، اور وہ اسی مناسبت سے فرنگی محل کہلاتا تھا، یہی وہ فرنگی محل ہے، جو آگے چل کر پورب کا سب سے بڑا دارالعلوم بن گیا۔

ملا قطب الدین کے شہزادوں میں سب سے نامور ملا نظام الدین ہوئے جن کی نسبت سے عربی کا درس نظامی مشہور ہے۔

اپنے والداور ان کے شاگردوں ملّا قطب الدین شمس آبادی اور حافظ امان اللہ بنارسی سے پڑھا اور تکمیل مدرسہ شیخ پیر محمد لکھنؤ میں شیخ غلام نقش بند گھوسوی لکھنوی سے کی اور سند فراغت حاصل کی، شیخ عبدالرزاق بانسوی کے ہاتھ پر مرید ہوئے اور طریقت کی تعلیم پائی۔

فراغت کے بعد فرنگی محل ہی میں مدرسہ نظامیہ قائم کیا اور یہیں بساط علم بچھادی، اور پورے ہندوستان کو علمی فیض پہنچایا، تمام عمر یہیں تدریس وتصنیف کا شغل جاری رکھا، اور اعتماد وشہرت پائی، ان کے تلامذہ پورے ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں، بیشتر علما کا سلسلۂ تلمذ یہیں آکر ملتا ہے۔

۱۰۸۵ھ سے ۱۱۲۶ھ تک تقریباً چالیس سال درس دیا، ہزاروں طلبہ نے فیض پایا اور نامور ہوئے، ان سے پہلے ان کے خاص استاذ مولانا شیخ غلام نقش بند گھوسوی نے بھی لکھنؤ ہی میں مدرسہ پیر محمد میں چالیس سال، تعلیمی خدمت انجام دی تھی، طلبہ کی کثرت اور بلند تعلیمی معیار کی وجہ سے اس درس گاہ نے جون پور میں ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی

کے چالیس سالہ دور تدریس کی یاد تازہ کردی، ملا نظام الدین فرنگی محلی انھیں کے طریقے پر چلے تعلیم کو مشن بنایا اور جی جان سے لگ گئے اور شیخ غلام نقش بند کے سچے علمی وارث وجانشین ثابت ہوئے۔

۱۱۶۱ھ میں لکھنو میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔

# دبستان خیرآباد سے دبستان جون پور تک

استاذ مطلق علامہ فضل حق خیرآبادی [متوفی ۱۸۶۱ء] کی درس گاہ فیض سے بے شمار لائق وفائق اور اپنے دور کے جید وعبقری تلامذہ درس وتدریس کے مطلع پر آفتاب وماہتاب بن کر طلوع ہوئے اور اپنے علمی انوار سے ایک عالم کو منوّر کیا، اور ان تلامذہ کی درس گاہوں سے بھی ارباب علم وفضل کی جماعتیں پیدا ہوئیں، جن میں چار شخصتیں بہت نمایاں اور بہت زیادہ فیض رساں ثابت ہوئیں، بقول مولانا اسید الحق قادری بدایونی، یہ چاروں مدرسۂ خیرآباد کے عناصر اربعہ ہیں، مولانا لکھتے ہیں:

[علامہ فضل حق خیرآبادی کے ]ان تلامذہ میں علامہ کے چار شاگردوں کی درس گاہیں شہرۂ آفاق ہوئیں۔

(۱) علامہ کے صاحب زادے مولانا عبدالحق خیرآبادی

(۲) تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی

(۳) استاذ العلما مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری

(۴) مولانا فیض الحسن سہارن پوری

ان چاروں حضرات کی درس گاہوں سے مدرسہ خیرآباد کا فیض علم وفضل آفاق میں پھیل گیا، ان حضرات کی درس گاہوں نے ایسے ایسے کاملان فن پیدا کیے، جن کی درس گاہیں خود اپنے زمانوں میں طلبہ کا مرکزِ توجہ بن گئیں، مولانا عبدالحق خیرآبادی کی درس گاہ (مدرسہ عالیہ رام پور) سے سیکڑوں طلبہ نے استفادہ کیا اور۔۔۔ان کے تلمیذ راشد مولانا برکات احمد ٹونکی اس اعتبار سے نمایاں حیثیت رکھتے ہیں کہ انھوں نے مدرسہ ٹونک کی بنیاد ڈالی جہاں سے علما کی ایک پوری فوج تیار ہوکر نکلی، ان کے تلامذہ میں علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری گوناگوں خوبیوں کے مالک ثابت ہوئے۔[۱]

---

[۱] خیرآبادیات، ص:۳۶

اسی طرح تاج الفحول نے مدرسہ قادریہ بدایوں میں بیٹھ کر خیر آبادی فیضان علم کو عام کیا، آپ کے تلامذہ میں حضرت مولانا عبدالمقتدر قادری بدایونی اور مولانا محب احمد قادری بدایونی کی درس گاہیں اپنے زمانے میں شہرہ آفاق ہوئیں۔[۱]

مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری نے کچھ عرصہ مدرسہ عالیہ میں درس دیا، پھر جون پور [مدرسہ حنفیہ] میں [۱۳۸۶ھ/ ۱۸۷۰ء تا ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء] برسہا برس [چالیس سال] تدریس کرتے رہے، یہ سلسلہ آپ کی وفات پر ہی ختم ہوا۔[۲]

❁❁❁

---

[۱] ایضاً

[۲] ایضاً،ص:۳۷۔۳۶

# دبستانِ جون پور سے دبستانِ امجدی تک

مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری کے حلقۂ درس سے ایسے ایسے کاملین روزگار پیدا ہوئے، جو خود صاحب مدرسہ [یعنی ایک مستقل علمی دبستاں کے بانی] تسلیم کیے گئے، آپ کے تلمیذ رشید [صدر الشریعہ] مولانا امجد علی اعظمی [ مصنف بہار شریعت، متوفی ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء] اپنے زمانے میں درس نظامی کے بہترین مدرس ہوئے، اور انھوں نے ایک مستقل درس وتدریس کی بنیاد ڈالی، جس کو ہم مدرسۂ امجدیہ [یعنی دبستان امجدی] کہہ سکتے ہیں۔

اس مدرسے نے بھی معقول ومنقول دونوں میدانوں کے ایسے ایسے شہ سوار پیدا کیے کہ زمانہ ان پر ناز کرتا ہے، مدرسہ امجدیہ [دبستان امجدی] کے بے شمار فارغین میں [حافظ ملت] مولانا عبد العزیز مردآبادی کا نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے، جنھوں نے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم [مبارک پور اعظم گڑھ یوپی] نام کے ایک چھوٹے مدرسے میں اپنے تدریسی سفر کا آغاز کیا، جو بالآخر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ جیسی عظیم درس گاہ پر جا کر ختم ہوا، یہ ادارہ آج برصغیر ہندو پاک کے چند بڑے دینی تعلیمی اداروں میں سے ایک ہے، اور آج بھی خیرآبادی فیضان پوری آب وتاب کے ساتھ یہاں جاری ہے۔

مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری کے تلامذہ میں ایک اہم نام مولانا یار محمد بندیالوی کا ہے، جن کے شاگرد ملک المدرسین مولانا عطا محمد بندیالوی ہوئے، آخری دور میں مولانا عطا محمد بندیالوی مدرسہ خیرآباد کی آبرو قرار پائے۔۔

گزشتہ تیس چالیس برس میں پاکستان کے علمی افق پر جتنے بھی آفتاب و ماہتاب درخشاں نظر آتے ہیں ان میں کے اکثر کا علمی شجرہ نسب مدرسہ بندیال تک پہنچتا ہے۔[۱]

اس میں اتنا اور بھی اضافہ کر لیا جائے کہ علما کی ایک بڑی جماعت ایسی بھی ہے جن

---

[۱] خیرآبادیات، ص:۳۵۔۳۶

کا شجرہ علمی، محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد لائل پوری شاگرد رشید صدر الشریعہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی شاگرد رشید مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری کے واسطے سے خیرآباد تک پہنچتا ہے۔

دبستان خیرآباد کا علمی فیضان علامہ فضل حق خیرآبادی کے شاگرد، مولانا عبد العلی خاں رام پوری قدس سرہ استاذ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے ذریعہ صدر الشریعہ تک اور ان سے ان کے شاگردوں حافظ ملت مولانا عبد العزیز مرادآبادی، مولانا سردار احمد لائل پوری، شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی صدر الصدور دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف، صدر العلما علامہ جیلانی میرٹھی، سند العلما علامہ غلام یزدانی اعظمی شیخ الحدیث مظہر اسلام بریلی شریف، مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن قادری، شمس العلما مولانا احمد شمس الدین جعفری رضوی، مفتی اعظم کان پور علامہ مفتی رفاقت حسین مظفر پوری وغیرھم کے ذریعہ پورے برصغیر میں تب سے اب تک بالواسطہ عام ہو رہا ہے، اور بیش تر علما و مدارس اہل سنت اسی دبستان خیرآباد کا علمی فیض اٹھا رہے ہیں ؎

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے

ان کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

دبستانِ خیرآباد کے انتہائی بافیض اور نمائندہ استاذ مولانا ہدایت اللہ رام پوری صدر المدرسین مدرسہ حنفیہ، جون پور کے تناور شجرۂ علمیہ کی وہ ذیلی شاخیں بہت بارآور ثابت ہوئیں، جو اس شجرے کی بنیادی شاخ ''صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی'' سے نکلی تھیں، حق اور حقیقت یہ ہے کہ ان ذیلی شاخوں نے درس و تدریس کے وہ برگ و بار دیے، جن کا ٹھنڈا سایہ اہل سنت کو آج بھی سکون بخش رہا ہے، اور جن کی علمی لذت سے پوری جماعت آج بھی بھرپور طور سے محظوظ و شادکام ہو رہی ہے، تلامذۂ صدر الشریعہ کی اس مبارک جمعیت نے جماعتی سطح پر اہل سنت کی علمی لاج رکھ لی، ان بزرگوں کو ملت کا سب سے بڑا محسن اور قوم کی آبرو کہنا غلط نہ ہوگا۔

# الجامعۃ الاشرفیہ

علمی افراد سازی کے خصوص میں اشرفیہ مبارک پور کے پلیٹ فارم سے حافظ ملت مولانا عبدالعزیز مرادآبادی کا کردار خاص طور سے قابل ذکر و فخر ہے، صدرالشریعہ کا مبارک پور کے لیے حافظ ملت کا انتخاب بڑا بابرکت اور مخلصانہ ثابت ہوا اور شجرۂ ہدایت کی اس ذیلی شاخ نے بہت جلد ایک مین شاخ کی حیثیت اختیار کر لی، بلکہ ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۵ء میں ''باغ فردوس'' بن گئی۔

حافظ ملت اور ان کے رفقا کی مساعی، اشرفیہ کو کیفیت و کمیت کے اعتبار سے ایک عظیم اور مرکزی درس گاہ میں تبدیل کرنے کے لیے برابر جاری رہیں، بالآخر یہ حسین خواب ۱۹۷۲ء میں دس ایکڑ کی وسیع آراضی پر قصبہ مبارک پور سے باہر الجامعۃ الاشرفیہ کی بنا کی صورت میں شرمندہ تعبیر ہو گیا۔

آج اِس وسیع زمین پر درجن بھر بڑی چھوٹی، خوب صورت درس گاہی و رہائشی اور انتظامی و دفتری عمارتیں دعوتِ نظارہ دے رہی ہیں، تعلیم و تربیت کے نظام کی چستی، معیار کی بلندی، اساتذہ کی بہتر کوالیٹی، شعبہ جات اور اساتذہ و طلبہ کی کثرت کے لحاظ سے الجامعۃ الاشرفیہ کی بہتری و برتری کے سبھی قائل ہیں، یہ ادارہ بزرگوں کے اخلاص اور ان خوبیوں کی وجہ سے اچھے سے اچھے پروڈکٹ تیار کر رہا ہے، جو قوم و ملت کی ضرورت پوری کر رہے ہیں۔

لہٰذا بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ شیعہ نوابی حکومت کے ظلم اور مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری کے وصال کے بعد انحطاط پذیر مدرسہ حنفیہ جون پور کی عظمت رفتہ جون پور میں نہ سہی، مبارک پور میں بحال ہو گئی۔

اشرفیہ کے فارغین اور فیض یافتہ علما کے ذریعہ چراغ سے چراغ جلتے چلے جا رہے ہیں، خدا کرے اخلاص ومحنت کے نتیجے میں اس جیسے اور ادارے بھی وجود میں آئیں، اور دین، علم اور خلق کی خدمت کر کے ان کے بانیان وکارکنان دونوں جہان میں سرخ رو ہوں، وسائل بہتوں کے پاس ہیں، ہمّت ومحنت کی ضرورت ہے، اخلاص اور محنت کامیابی کی ضمانت ہیں۔
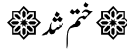
## دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، ضلع سلطان پور کا
# ماضی اور حال

دوست پور، ضلع سلطان پور میں ایمان وعقیدے کی حفاظت، دینی و مذہبی احساس کی بیداری کے لیے ایک پاک باز شخصیت عالی وقار حضرت سید اختر حسین اشرفی علیہ الرحمہ نے پورے جوش ایمانی اور جذبۂ اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ ۱۹۶۲ء میں اس ادارہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہاں کے غریب، پس مادہ، سادہ لوح، اور جفاکش سنی مسلمانوں کی مخلصانہ جدوجہد آپ کے دوش بدوش رہیں۔

شاہی جامع مسجد میں تعلیم کا آغاز ہوا۔ پھر ایک چھپر کے نیچے ناظرۂ قرآن، دینیات اور اردو وغیرہ کی تعلیم ہونے لگی۔ غربت وافلاس، غیروں کی طاغوتی طاقتیں اور وسائل کی قلت آڑے آتی رہیں پھر بھی خدا کے فضل وکرم سے عوام الناس کے قلوب اس کی طرف مائل ہونے لگے۔ بڑی تگ ودو کے بعد ایک چھوٹی سی پختہ عمارت بھی تیار کر لی گئی۔ رفتہ رفتہ تین پختہ عمارتیں تعمیر ہوگئیں۔ اور باضابطہ شعبۂ پرائمری کے ساتھ عربی، فارسی اور حفظ کی تعلیم کا آغاز کر دیا گیا۔ ادارہ نے تعلیمی میدان میں اتنی پیش رفت کی کہ ۱۹۸۱ء سے باضابطہ حفظ کی دستار ہونے لگی اور ۱۹۹۰ء سے عالمیت اور ۱۹۹۲ء سے فضیلت و قرأت کے فارغین نکلنے لگے۔

۱۹۹۷ء میں مدرسہ سے متصل ۲۶ بسوہ زمین خریدی گئی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس میں سینٹرل بلڈنگ کے ۲۰×۲۵ کے دس کمرے اور طویل برآمدہ جدید طرز تعمیر سے مرصع تیار ہو گیا۔ ۲۰۱۰ء میں دوسری منزل پر جانب مشرق ۲۰×۲۵ کے ۵ کمرے تیار ہو گئے۔ ۱۷/۲۰۱۶ء میں پوری عمارت ۲ منزلہ ہوگئی۔ سال رواں ۲۰×۵۰ کا ہال دارالحفظ کے نام سے اور اس کے اوپر ۲۰×۵۰ کا ہال لائبریری کے لیے تیار ہو گیا۔ دوسری منزل کی عمارت کا پلاسٹر اور رنگ وروغن ابھی باقی ہے۔

اس پرشکوہ اور جاذب قلب ونظر عمارت میں قال اللہ وقال الرسول ﷺ کے سرمدی نغمات گونج رہے ہیں۔ جہاں سے تحفظ ناموس رسالت کے پاسبان، بزرگان دین کے محبت وعقیدت کے امین اور مسلک امام احمد رضا کے علمبردار پیدا کیے جا رہے ہیں۔

خوش قسمتی سے اس ادارہ کو عالی جناب الحاج محمد رضی خاں جیسا جاں باز، محنتی اور جفاکش ناظم اعلیٰ مل گیا۔ اس مرد آہن نے ۲۲ سال تک بڑی لگن، تن دہی اور جذبۂ اخلاص سے اس ادارہ کو بام عروج

تک پہونچانے میں مثالی کارنامہ انجام دیا۔افسوس کہ ۲/دسمبر ۲۰۱۹ءکوان کا انتقال ہوگیا، ان کی زندگی ہی میں اراکین ادارہ نے ان کے فرزندوں کی بے لوث خدمات کو دیکھتے ہوئے بڑے فرزند الحاج محمد علی خان کو سربراہ اعلیٰ اور منجھلے فرزند الحاج محمد اصغر خان کو منیجر/سکریٹری کے منصب پر فائز کیا۔اور یہ دونوں برادران اراکین کے باہمی اشتراک سے دارالعلوم کے کارواں کو آگے بڑھانے میں لگے ہوئے ہیں۔

**شعبہ جات:**

(۱) شعبۂ عربی فارسی (۲) درس نظامی (۳) شعبۂ تجوید وقرأت: (۴) انگلش میڈیم اسکول (۵) کمپیوٹر کورس

**شاہی جامع مسجد:**

دارالعلوم مدینۃ العربیہ سے متعلق ایک عالی شان جامع مسجد ہے۔جس میں آٹھ صفیں لگتی ہیں۔اور اس کے وسیع وعریض صحن میں بھی آٹھ صفوں کی گنجائش ہے۔ ہر صف میں ۴۵ سے ۵۰ لوگ سما سکتے ہیں۔

**رضا لائبریری:**

اسلامی دانش گاہ کے لیے لائبریری بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔دارالعلوم مدینۃ العربیہ میں رضا لائبریری کے نام سے ایک وقیع دارالمطالعہ اور کتب خانہ ہے۔جس میں مختلف موضوعات پر دس ہزار سے زائد درسی کتابیں موجود ہیں۔

**واسطی فاؤنڈیشن:**

شیخ الحدیث حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی کی تجویز پر تصنیف وتالیف اور نشرواشاعت کے لیے واسطی فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں آیا۔اس کی پہلی کتاب نفیر حرم (مجموعۂ نعت) شائع ہو چکی، مزید چند کتابیں طباعت کے لیے تیار ہیں۔

**اپیل:** دارالعلوم کے کئی منصوبے تشنہ ہیں، انھیں پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے دل کھول کر اس کا تعاون کریں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

**رابطہ نمبر**

| الحاج محمد علی خان، سربراہِ اعلیٰ | الحاج محمد اصغر خان، منیجر وسکریٹری |
|---|---|
| 9323377659 | 9892288690 |
| 9867323334 | 9044972034 |

# تأثر

**خیر الاذکیا، حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب**

ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، (یوپی)

**مبسملاً و حامداً و مصلیاً و مسلّماً**

شمس العلمانمبر (جہانِ شمس العما) کی مناسبت سے محبّ گرامی حضرت مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی نے شمس العلما کے شہر جون پور اور وہاں کے قدیم تعلیمی ادارے "مدرسہ حنفیہ" کی اجمالی تاریخ اور کچھ تفصیلی احوال رقم کر کے بڑا کرم کیا۔

اس اجمال میں بھی بہت سے نادر و نایاب یا کم یاب نقوش سامنے آجاتے ہیں، ربّ کریم مولانا موصوف کے فیوض و برکات کو مزید وسعت و فروغ عطا فرمائے۔ (آمین)

**محمد احمد مصباحی**

۲۲/رجب ۱۴۴۱ھ/ ۱۸/مارچ ۲۰۲۰ء، چہارشنبہ


PUBLISHER

WASTI FOUNDATION
SHOBA TASNEEF WA ISHA'AT
DARUL ULOOM MADINAT-UL-ARBIA
DOSTPUR, DISTT. SULTANPUR

AL- MAKTABA AL-AZHARIYA
GALI Dr. ALKA SHUKLA, RANI LAXMI
COMPLEX, ROADWAYS, BASTI, (U.P.) - 272002
MOB : +9199336691051/ +91 78003 62487